مسلسل اشاعت کا تئیسواں سال

ماہنامہ معارف رضا کراچی

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

اسلامی جمہوریہ پاکستان

E-mail:;marifraza@hotmail.com

مسلسل اشاعت کا تئیسواں سال

ماھنامہ
معارف رضا
کراچی

شمارہ نمبر (66) رمضان المبارک 1424ھ/ نومبر 2003ء

بانی
مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ
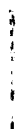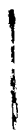
زیرِ سرپرستی
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی

مدیر اعلیٰ
صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

مدیر
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

علامہ شاہ تراب الحق قادری
الحاج شفیع محمد قادری
علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
منظور حسین جیلانی
حاجی عبداللطیف قادری
ریاست رسول قادری
حاجی حنیف رضوی
کے . ایم . زاھد

تصحیح و ترتیب
حافظ محمد علی قادری

کمپوزنگ
شیخ ذیشان احمد قادری

سرکولیشن
محمد فرحان الدین قادری
سید محمد خالد قادری

دائرے میں سرخ نشان
ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے
زرتعاون ارسال فرماکر مشکور فرمائیں

ھدیہ فی شمارہ =/15 روپیہ، سالانہ 150 روپیہ، بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ، لائف ممبر شپ -/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں، چیک قابل قبول نہیں

25 جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی (74400)، فون: 021-7725150
فیکس: 021-7732369، ای میل: marifraza@hotmail.com

(پبلشرز مجید اللہ قادری نے با اہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی سے شائع کیا)

آئینہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اپنی بات

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

ماہِ صیام اور فلسفۂ صوم وزکوٰۃ

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اسلام ایک دینِ فطرت ہے، خالقِ کائنات عزوجل نے اسے تمام انسانوں اور جنوں کے لئے دینِ پسند قرار دیا ہے۔ اسلام نے ایسے اصول سکھائے کہ انسان ہر جذبہ میں اللہ بزرگ و برتر کی پرستش کر سکے اور اپنے مقصدِ حیات کے حصول کی خاطر حیاتِ مستعار کا ہر لمحہ اپنے خالق و مالک کی رضاجوئی میں بسر کر سکے۔ چنانچہ جملہ عبادات، نماز، زکوٰۃ، حج، جہاد اور ماہِ صیام کے روزے انہی کیفیات کے مظہر ہیں۔

رمضان المبارک کا مہینہ دراصل تزکیۂ نفس کی تربیت کا مہینہ ہے اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

یا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُو کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامَ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (البقرۃ:۲/۱۸۳)

''اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے''۔ (کنزالایمان)

یہ وہ ماہِ مبارک ہے جس میں نزولِ قرآن ہوا، وہ قرآن جو لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی ہے اور جس میں حق و باطل میں فرق بیان کرنے کے لئے فیصلہ کی روشن باتیں ہیں (البقرہ:۲/۱۸۵)۔ تو ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے اور فلسفۂ صوم کے شعور و ادراک کے ساتھ یہ ماہِ مبارک گزارنا چاہیے۔

ماہِ رمضان المبارک کے روزوں کا مقصد جیسا کہ مذکورہ آیات کریمہ میں بیان کیا گیا ہے، پرہیزگاری کا حصول ہے۔ اس کے ایام ایک مومن کی تربیت وریاضت کے ایام ہیں۔ وہ رمضان کے روزوں اور عبادات سے اللہ جل جلالہٗ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے، اپنے آقا و مولیٰ سید عالم نور مجسم شفیع الامم ﷺ سے اظہارِ محبت، ان کی اطاعت واتباع سے کرتا ہے اور اپنی روح اور نفس کا تزکیہ اس طرح کرتا ہے کہ زندگی کے بقیہ ایام تقویٰ و طہارت اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی رضاجوئی میں بسر کر سکے۔

دیکھا جائے تو تمام عبادات انسان کے کسی نہ کسی جذبے کو ظاہر کرتی ہیں، نماز خوفِ الٰہی کو، زکوٰۃ اللہ کی خاطر رحم کو، جہاد کفار پر مومن کے

غصہ، برہمی اور غضب کو، حج فی سبیل اللہ تسلیم ورضا کو اور روزے اللہ سے محبت کو۔ روزے کے علاوہ دیگر عبادات کچھ اعمال بجالانے کا نام ہے، جنہیں دوسرے بھی دیکھ لیتے ہیں اور جان لیتے ہیں لیکن صوم (روزہ) کچھ دکھا کر کام کرنے کا نام نہیں، بلکہ روزہ تو کچھ نہ کرنے کا نام ہے، جو کسی کے بتائے بھی معلوم نہیں ہوتا بلکہ اس کو تو وہی جانتا ہے جو رکھتا ہے اور جس کے لئے رکھا گیا ہے۔ لہٰذا روزہ بندے اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے، محبِ صادق کا اپنے محبوب کے حضور ایک خاموش نذرانہ ہے، جو بالکل خاموش اور پوشیدہ طور پر پیش کیا گیا ہے، جبھی تو نبی رؤف رحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ الرحم الراحمین نے اپنے روزہ دار بندوں کے لئے ایک بے بہا انعام کا اعلان فرمایا، وہ یہ کہ:

الصوم لی وانا اجزی بہ یعنی ''روزہ دار میرے لئے روزہ رکھتا ہے اور میں خود اس کی جزا ہوں''

اللہ اکبر! غور فرمائیں اللہ رب العزت خود اپنی ذات کو جس عمل کی جزا فرمارہا ہو تو اس کی عطا وانعام واکرام کا کیا اندزہ ہوسکتا ہے! روزہ دراصل بندے کی طرف سے اپنے کریم واکرم مولیٰ کے حضور ایک بے ریا ھدیہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اتنے عظیم انعام واکرام کا اعلان فرمارہا ہے۔ یہ مہینہ سراپا خیر وبرکت کا مہینہ ہے۔ غریبوں کے ملجا، یتیموں کے مولیٰ گنہگاروں اور بے سہاروں کے ماویٰ، رحمت ہر دوسرا، رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمارہے ہیں کہ یہ وہ ماہِ مبارک ہے کہ اس کا اول رحمت ...... اس کا درمیانی حصّہ مغفرت اور ...... آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ اس کے آخری عشرے میں ایک ایسی برکت والی رات ہے جس میں عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

روزہ نہ صرف انسان کو گناہوں سے روکتا ہے بلکہ اسے صبر، نظم وضبط، ہمدردی اور محبت وشفقت اور ایک دوسرے کے ساتھ حسنِ سلوک کی دعوت دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے اور جس نے رمضان میں نماز تراویح پڑھی اور ایمان اور احتساب کے ساتھ شبِ بیداری کی، اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ (مفہوم)

اعتکاف رمضان المبارک کے بابرکت اعمال سے ایک عمل ہے۔ اس کی اصل قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے:

وَلَا تُبَاشِرُوْ هُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسَاجِدْ (البقرہ۲:۱۸۷)

ترجمہ: اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجد میں اعتکاف سے ہو'' (کنزالایمان)

''اعتکاف'' عکف سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ''ٹھہرنا، رکا رہنا، ہمیشہ لازم رہنا، تعظیم کے ساتھ کسی سے شہ پر متوجہ رہنا''

شرعی اصطلاح میں اعتکاف سے مراد بحالت روزہ مسجد میں بہ نیت تقربِ الٰہی رمضان المبارک کے آخری عشرے میں قیام کرنا ہے۔ جس طرح ہر عمل کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے، اسی طرح اعتکاف کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ بظاہر تو معتکف دنیا سے کنارہ کش ہوکر گوشہ نشین ہوجاتا ہے۔ لیکن بہ باطن یہ عمل اس کے لئے اس اخلاص کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے جس کا اس آیت کریمہ میں حکم دیا جارہا ہے:

وَمَآ اُمِرُوٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۵ حُنَفَآءَ (البیّنۃ ۹۸/۵)

''اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے ایک طرف کے ہوکر'' (کنزالایمان)

جس طرح ''صوم'' کا مقصد ''لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ'' یعنی ایک مومن میں تقویٰ وطہارت کے ساتھ زندگی گزارنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے، اسی طرح اعتکاف کا مقصد رہبانیت نہیں بلکہ مومن کے قلب میں دین کی حفاظت کا جذبہ، گناہ سے بچنے کی صلاحیت اور عزم، احوالِ نفس کی

جستجو، خیالات کی یکسوئی کے ساتھ توجہ الی اللہ اور اخلاص کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر عبادت گزاری کا جذبۂ صادق بیدار کرنا ہے۔ اگر یہ اعتکاف یا خلوت نشینی، سید عالم ﷺ کی سچی محبت اور ان کی اتباع کے جذبۂ صادق سے سرشار ہوکر کی جائے تو اس کا ثمرہ مومن کی آئندہ زندگی پر صفائے قلب، ذکرِ الٰہی کی حلاوت، عبادتِ الٰہی میں لذت و سرور اور ''قلبِ مطمئنہ'' کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ العزیز اپنی کتاب ''اربعین'' میں فلسفۂ اعتکاف کو یوں بیان فرماتے ہیں:

''اعتکاف کا معنی یہ ہے کہ آنکھ کان، زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ تمام اعضاء کو ان کی معمولی اور معتاد حرکتوں سے روک لیا جائے اور یہ بھی ایک قسم کا روزہ ہے۔ چنانچہ رسول مقبول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری امت کی رہبانیت یہی ہے کہ وہ مساجد میں آکر بیٹھیں''

غور سے دیکھا جائے تو بحالت روزہ اعتکاف کا یہ دس روزہ عمل خود کو پہنچاننے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اپنے مالک و مولیٰ کے سپرد کر دینے کا نام ہے۔ اگر بندہ واقعی اخلاص کے ساتھ روزے کی حالت میں یہ عمل انجام دینے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو ایک بڑے مقام پر فائز ہوجاتا ہے اور وہ ''راضی برضا'' کا مقام ہے اور وہ اپنی بقیہ زندگی تقویٰ اور رضائے الٰہی میں بسر کرتا ہے۔

اللہ رب العزت کی ذات ہماری نمازوں اور دیگر عبادات کی محتاج نہیں اور نہ یہ عبادات مقصود بالذات ہیں، عبادات اس لئے فرض کی گئی ہیں کہ وہ کسی اور اعلیٰ مقصد اور نصب العین کے حصول کا ذریعہ بنیں۔

نماز کی طرح زکوٰۃ اور دیگر عبادات کا مقصد بھی یہی ہے کہ ان کے ذریعہ انسانی طرزِ عمل اور فکر میں انقلاب آئے۔ انسان جس ربِ جلیل کے سامنے سربسجود ہوکر اس کی خالقیت و مالکیت اور اپنی عاجزی و عبدیت کا اعتراف کر رہا ہے اسے چاہیے کہ اب اس کی مخلوق کی خدمت کرے اس کے حکم اور رضا کی خاطر اس کے پریشان حال بندوں کی آسودگی اور ان کو آسائش مہیا کرنے کی خاطر خود کو وقف کردے، حتیٰ کہ اپنے وسائل و دولت بھی سب سے پہلے خلقِ خدا کی معاشی ضروریات پر خرچ کرے۔ دردمندی اور نفع بخشی کے اسی طرزِ عمل کو قرآنِ کریم نے یوں بیان کیا ہے:

''ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے، رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر، اور سائلوں اور گردنیں چھڑانے میں''

(البقرہ:۲/۱۷۷، ترجمہ کنز الایمان)

اس ماہ کے تقدس کا خیال کرنا اور اس کا احترام کرنا تمام مسلمانوں کا انفرادی اور اجتماعی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس ماہِ مقدس کی برکتوں سے مستفیض ہونے کا سلیقہ اور توفیق عطا فرمائے، روزہ، تراویح، شب قدر، اعتکاف اور فطرہ و زکوٰۃ کے اسلامی احکامات پر صحیح طور پر اخلاص فی اللہ کے ساتھ عمل درآمد کی ہمت و قوت بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

اگر خیریتِ دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہر چہ می خواہی تمنّا کن

معارف قرآن

تفسیر رضوی

تفسیر آیات میثاق النبی

مفسر قرآن، شیخ الاسلام امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

قال تبارک وتعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(آل عمران ۳/۸۱-۸۲)

''اور یاد کرو اے محبوب! جب خدا نے عہد لیا پیغمبروں سے کہ جو میں تم کو کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس آئے رسول تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے۔ تو تم ضرور ہی اس پر ایمان لانا اور بہت ضرور اس کی مدد کرنا۔ پھر فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب انبیاء نے عرض کی کہ ہم ایمان لائے، فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں، اب جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ بے حکم ہیں''

امام اجل ابو جعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولی المسلمین امیر المومنین جناب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی:

لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا مِّنْ اٰدَمَ فَمَنْ دُوْنَهٗ اِلَّا اَخَذَ عَلَيْهِ الْعَهْدَ فِيْ مُحَمَّدٍ ﷺ لَئِنْ بُعِثَ وَهُوَ حَيٌّ لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ وَلَيَنْصُرَنَّهٗ وَيَاْخُذُ الْعَهْدَ بِذٰلِكَ عَلٰى قَوْمِهٖ۔

''یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد کرے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے''۔

اسی طرح حبر الامہ عالم القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہوا:

رواه ابن جرير و ابن عساكر وغيرهما۔ بلکہ امام بدر زرکشی و حافظ عماد بن کثیر و امام الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی نے اسے بخاری (قال الزرقانی، قال الشامی ولم اظفر به فيه) کی طرف نسبت کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ونحوه اخرج الامام ابن ابی حاتم فی تفسيره عن السدی كما اوردہ الامام الاجل السيوطی فی الخصائص الكبرىٰ۔

اس عہد ربانی کے مطابق ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء نشر مناقب وذکر مناصب سید المرسلین صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم

(ماخوذ از تجلّی الیقین بانّ نبیّنا سید المرسلین)

اَجمعین سے رطب اللسان رہتے اور اپنی پاک مجالس ومحافلِ ملائک منزل کو حضور کی یاد و مدح سے زینت دیتے اور اپنی امتوں سے حضور پرنور ﷺ پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے۔ یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رساں کنواری بتول (مریم) کا ستھرا بیٹا، مسیح کلمة الله علیه صلوٰة الله "مبشراً بِرَسولٍ یَّاتِی مِن بَعْدِی اِسْمُهٗ اَحْمَدُ (الصف ۶/۶۱)" کہتا تشریف لایا۔ اور جب ستارے روشن مہ پارے مکمنِ غیب میں گئے آفتابِ عالمتابِ ختمیت نے باہزاراں ہزار جاہ وجلال طلوعِ اجلال فرمایا صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وعلیهم اجمعین وبارک وسلم دهر الداهرين۔

ابن عساکر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

لَمْ یَزَلِ اللّٰهُ یَتَقَدَّمُ فِی النَّبِیِّ ﷺ اِلٰی اٰدم مِن بَعْدِهٖ وَلَمْ تَزَلِ الْاُمَمُ تَتَبَا شَرُبِهٖ وَتَسْتَفْتِحُ بِهٖ حَتّٰی اَخْرَجَهُ اللّٰهُ فِی خَیْرِ اُمَّةٍ وَفِی خَیْرِ قُرْنٍ وَفِی خَیْرِ اصحابٍ وَفِی خَیْرِ بلدٍ۔

"ہمیشہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کے بارے میں آدم اور ان کے بعد کے سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پیشن گوئی فرماتا رہا اور قدیم سے سب امتیں تشریف آوریٔ حضور کی خوشیاں مناتیں اور حضور کے توسل سے اپنے اعداء پر فتح مانگتی آئیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو بہترین امم و بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا ﷺ"

اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں ہے:

وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ، یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ج فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّاعَرَفُوْا کَفَرُوْابِهٖ زفَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ○ (البقرہ:۲/۸۹)

"یعنی اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے۔ پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا، منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر"

علماء فرماتے ہیں جب یہود ومشرکوں سے لڑتے دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَیْهِمْ بِالنَّبِیِّ الْمَبْعُوْثِ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِی التَّوْرَاةِ

"الٰہی ہمیں مدد دے ان پر صدقہ اس نبی آخر الزمان کا جس کی نعت ہم توارت میں پاتے ہیں"

اس دعا کی برکت سے انہیں فتح دی جاتی۔ اسی بیانِ الٰہی کا سبب ہے کہ حدیث میں آیا۔ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ اَنَّ مُوْسٰی کَانَ الْیَوْمَ مَاوَسِعَهٗ اِلَّااَنْ یَتَّبِعَنِیْ

"قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، آج اگر موسیٰ دنیا میں ہوتے میری پیروی کے سوا ان کو کچھ گنجائش نہ ہوتی"

اخرجه الامام احمد والدارمی والبیهقی فی شعب الایمان عن جابر بن عبدالله رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما وابو نعیم فی دلائل النبوة واللفظ له عن امیر المومنین عمر الفاروق رضی الله تعالیٰ عنه

اور یہی باعث ہے کہ جب آخر الزمان میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں گے باآنکہ بدستور منصب رفیع نبوت و رسالت پر ہوں گے۔ حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کے امتی بن کر رہیں گے۔ حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے، حضور کے ایک امتی و نائب امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

حضور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں:

کَیۡفَ اَنۡتُمۡ اِذَا نَزَلَ ابۡنُ مَرۡیَمَ فِیۡکُمۡ وَاِمَامُکُمۡ مِنۡکُمۡ

کیسا حال ہوگا تمہارا جب ابنِ مریم علیہ السلام تم میں اتریں گے۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ اخرجہ الشیخان عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس عہدِ واثق کی پوری تائید وتوکید حق عزّ جلالہٗ نے توراتِ مقدس میں فرمائی۔

امام علامہ تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نفیس رسالہ ''التَّعۡظِیۡمُ وَالۡمُنَّۃُ فِیۡ لَتُؤۡمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنۡصُرُنَّہٗ'' لکھا اور اس میں آیت مذکورہ سے ثابت فرمایا کہ ہمارے حضور صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سب انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء ومرسلین، اور ان کی امتیں سب حضور کے امتی، حضور کی نبوت ورسالت زمانۂ سید ابوالبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روزِ قیامت تک جمیع خلق اللہ کو عام شامل ہے۔

اور حضور کا ارشاد وَکُنۡتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیۡنَ الرُّوۡحِ وَالۡجَسَدِ اپنے معنیٰ حقیقی پر ہے۔ اگر ہمارے حضور حضرت آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ و عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم کے زمانہ میں ظہور فرماتے ان پر فرض ہوتا کہ حضور پر ایمان لاتے اور حضور کے مددگار ہوتے۔ اسی کا اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا اور حضور کے نبی الانبیاء ہونے ہی کا باعث ہے کہ شبِ اسریٰ تمام انبیاء ومرسلین نے حضور کی اقتدا کی اور اس کا پورا ظہور روز نشور ہوگا جب حضور کے زیرِ لواء آدم ومن سواہ کافّہ رسل وانبیاء ہوں گے۔ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

یہ رسالہ نہایت نفیس کلام پر مشتمل ہے جسے امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام شہاب الدین قسطلانی نے مواہب لدنیہ اور ائمۂ مابعد نے اپنی تصانیف منیعہ میں نقل کیا اور اسے نعمت عظمیٰ ومواہب کبریٰ سمجھا۔ مَنۡ شَاءَ التَّفۡصِیۡلَ فَلۡیَرۡجِعۡ اِلیٰ کَلِمَاتِھِمۡ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

بالجملہ مسلمان بہ نگاہِ ایمان اس آیۂ کریمہ کے مفاداتِ عظیمہ پر غور کرے، صاف صریح ارشاد فرما رہی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اصل الاصول ہیں۔ محمد ﷺ رسولوں کے رسول ہیں۔ امتیوں کو جو نسبت انبیاء ورسل سے ہے وہ نسبت انبیاء ورسل کو اس سید الکل سے ہے۔ امتیوں پر فرض کرتے ہیں رسولوں پر ایمان لاؤ۔ رسولوں سے عہد وپیمان لیتے ہیں، محمد ﷺ سے گرویدگی فرماؤ۔ غرض صاف صاف جتا رہے ہیں کہ مقصود اصلی ایک وہی ہیں باقی تم سب تابع و طفیلی۔

مقصود ذاتِ اوست دگر جملگی طفیل

اقول وباللہ التوفیق: پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے موکد فرمایا۔

اولاً: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء معصومین ہیں۔ زنہار حکم الٰہی کا خلاف ان سے محتمل نہیں، کافی تھا کہ رب تبارک وتعالیٰ بطریق امر انہیں ارشاد فرماتا: اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے، اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا، مگر اس قدر پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ ان سے عہد وپیمان لیا۔ یہ عہد عہدِ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ (الاعراف ۷:۱۷۲) کے بعد دوسرا پیمان تھا جیسے کلمۂ طیبہ میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔ تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوی اللہ پر پہلا فرض ربوبیتِ الٰہیہ کا اذعان ہے۔ پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان۔ ﷺ وشرف وبجل وعظم

ثانیا: اس عہد کو لامِ قسم سے موکد فرمایا لَتُؤۡمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنۡصُرُنَّہٗ جس طرح نوابوں سے بیعتِ سلاطین پر قسمیں لی جاتی ہیں۔ امام سبکی

فرماتے ہیں شاید سوگندِ بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔

ثالثاً: نون تاکید

رابعاً: وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقیلِ تاکید کو اور دوبالا فرمایا۔

خامساً: یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں ءَاَقْرَرْتُمْ کیا تم اس امر پر اقرار لاتے ہو یعنی کمالِ تعجیل وتسجیل مقصود ہے۔

سادساً: اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ خالی اقرار نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔

سابعاً: عَلَیْهِ یا عَلٰی ہٰذَا کی جگہ عَلٰی ذٰلِکُمْ فرمایا کہ بُعدِ اشارت دلیلِ عظمت ہو۔

ثامناً: اور ترقی ہوئی کہ فَاشْهَدُوْا ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے مکر جانا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔

تاسعاً: کمال یہ ہے کہ فقط ان کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ ہوئی بلکہ ارشاد فرمایا وَاَنَا مَعَکُمْ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

عاشراً: سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد آنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی، یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اب جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔

اللہ اللہ! یہ وہی اعتنائے تام و اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے:

وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِکَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ ط کَذٰلِکَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ○ (الانبیاء:۲۱/۲۹)

''جو ان میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو''

گویا اشارہ فرماتے ہیں جس طرح ہمیں ایمان کے جزء اول لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اہتمام ہے یونہی جزء دوم مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے اعتنائے تام ہے۔ میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سر نہیں پھیر سکتے، اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول ومقتدا کہ انبیاء و مرسلین بھی اس کی بیعت، و خدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تعالیٰ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ، وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ اس سے بڑھ کر حضور کی سیادت عامہ وفضیلت تامہ پر کونسی دلیل درکار ہے۔ ولِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَه۔

اراکین ''معارف رضا'' سے اہم گزارش

بعض احباب کی سالانہ رکنیت اکتوبر اور نومبر میں ختم ہو چکی ہے اور بعض کی دسمبر ۲۰۰۳ء سے ختم ہو رہی ہے، لہٰذا ان حضرات کو پیشگی مطلع کیا جاتا ہے کہ براہ کرم نئے سال کیلئے زر تعاون جلد از جلد ارسال فرمادیں، بصورت دیگر جنوری ۲۰۰۴ء سے ''معارف رضا'' کی ترسیل بند کردی جائے گی۔ (ادارہ)

معارف حدیث
من افاضات امام احمد رضا

معصیتِ خدا میں کسی کی اطاعت نہیں

مرتبہ: علامہ محمد حنیف خان رضوی *

۱۲ - عن عمران بن حصین رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِيَةِ الخَالِقِ. (فتاویٰ رضویہ،۲/۴۵)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خالق کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔

۱۳ - عن أنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم! مَنْ كَانَ يُحِبُّ أن يَعْلَمَ مَنْزِلَتَهُ عِنْدَ اللهِ فَلْيَنْظُرْ كَيْفَ مَنزِلَةُ اللهِ عِنْدَه، فَإِنَّ اللهَ يُنْزِلُ الْعَبْدَ مِنْهُ حَيْثُ أَنْزَلَهُ مِنْ نَفْسِهِ.

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو یہ جاننا پسند کرے کہ اللہ کے نزدیک اسکا مرتبہ کتنا ہے وہ یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کی قدر اس کے دل میں کتنی ہے کہ بندے کے دل میں جتنی عظمت اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسی کے لائق اپنے یہاں اسے مرتبہ دیتا ہے۔

وفی الباب عن أبی هريرة وسمرة بن جندب رضی الله تعالیٰ عنهما

اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔

(۸) وتر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے

۱۴ - عن أمير المؤمنين علی كرم الله تعالیٰ وجهه الكريم قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم! إنَّ اللهَ وِترٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ.

امیر المؤمنین مولی المسلمین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو دوست رکھتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ،۳/۵۴۲)

وفی الباب عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضی الله تعالیٰ عنها وعن عبدالله بن مسعود وعن عبدالله بن عمر وعن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنهم

*(پرنسپل جامع نوریہ رضویہ، بریلی شریف)

(ماخوذ از: جامع الاحادیث للشیخ امام احمد رضا علیہ الرحمہ)

(۹) بعض صفات باری تعالیٰ

۱۵ – عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: إن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یدعو بهؤلاء الکلمات ، أللّٰهم ! أنتَ الأوّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیٌٔ وَأَنْتَ الآخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیٌٔ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کلمات طیبہ کے ذریعہ دعا کرتے ۔

اللّٰهم! أنت الأول فلیس قبلک شیٔ ، وأنت الآخر فلیس بعدک شیٔ (رسالہ المبین ختم النبیین ص ۱۱۷)

حوالہ جات

(۱۲) المسند لاحمد بن حنبل
۱/۱۲۹، ۱۳۱، ۳/۴۲۶، ۴۲۷، ۴۳۲، ۵/۶۶، ۷۰
الجامع الصغیر للسیوطی ، صحیح ۲/۵۸۵
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۱/۱۷۷
۳۳۷۰۶_المصنف لابن ابی شیبة، ۶/۵۴۹
☆ تاریخ بغداد للخطیب البغدادی، ۳/۱۴۵
تاریخ اصفهان لابی نعیم ، ۱/۱۳۳
(۱۳) السنن لابی داؤد،
☆ المسند لاحمد بن حنبل ، ۴/۲۴،۲۵
اتحاف الساده للزبیدی، ۷/۵۷۶
☆ فتح الباری للعلسقلانی ۵/۱۸۰
الطبقات الکبری لابن سعد، ۱/۲،۵۲
☆ الکامل لابن عدی ۲/۵۹۳
دلائل النبوة للبیهقی، ۵/۳۱۸
☆ السلسلة الصحیحة للألبانی، ۲/۴۵۵
عمل الیوم واللیلة لابن السنی ، ۳۸۱
☆ الاسماء والصفات للبیهقی، ۲۲
کشف الخفاء للعجلونی، ۱/۵۶۱
☆ مشکوة المصابیح، ۴۹۰۱
(۱۴) المستدرک للحاکم ، العلم، ۱/۴۹۴
☆ الدرالمنثور للسیوطی، ۱/۱۵۲
(۱۵) السنن لابی داؤد، الادب،
باب فی تغیر الاسم القبیح، ۲/۶۷۷
السنن الکبری للبیهقی، ۱۰/۱۴۵
☆ کتاب الاسماء والصفات للبیهقی، ۸۰
المستدرک للحاکم ، کتاب الایمان ۱/۲۴
☆ الاذکار النودیه، ۲۵۹
کنزالعمال لعلی المتقی، ۱۳۱۸، ۱/۲۶۳
☆ موارد الظمئان للهیثمی، ۱۹۳۷
جمع الجوامع للسیوطی، ۵۰۶۸
☆ الادب المفرد للبخاری ، ۸۱۱
التاریخ الکبیر للبخاری ، ۸/۲۲۸
☆ شرح السنة للبغوی، ۳/۲۴۴
مشکوة المصابیح، ۴۷۶۶
☆ الکنی والاسماء للدولابی، ۱/۷۴

☆☆☆

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کو

ایک اور صدمہ

مدیر اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کی پھوپھی زاد ہمشیرہ محترمہ تنویر جہاں جو گذشتہ سوا ماہ سے سخت بیمار تھیں 13/ اکتوبر 2003ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملیں ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، اللّٰھم غفرلھا۔
تمام قارئین معارفِ رضا و جملہ احباب سنت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تجلیات سیرت صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ جسے چاہتا حضور ﷺ کی رحمت سے نوازتا ہے

﴿فضیلت کا دارومدار حضور اکرم ﷺ کی قربِ رحمت ونسبت سے ہے، زمزم وکوثر کی مثال﴾

اعلیٰ حضرت محدثِ بریلوی قدس سرہ العزیز

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۱) قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ج يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ o يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ o (ال عمران: ۳/ ۷۳-۷۴)

''تم فرمادو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (کنزالایمان)

(۲) وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا o
(بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۲۱)

''اور بیشک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ ہے'' (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کو فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک کے لئے رمضان کی بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کی بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کی بجائے آپ کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا۔ اسی طرح فضیلت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔

اسی طرح پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اس بحرِ بے پایانِ کرم ونعم ﷺ کی انگشتانِ مبارک سے بارہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب وطاہر کیا۔ اس مسئلہ میں کہ زمزم افضل ہے یا کوثر شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شبِ اسرا ملائکہ نے حضور اقدس ﷺ کا دلِ مبارک اس سے دھویا حالانکہ وہ آبِ کوثر لا سکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی ﷺ کے لیے اختیار نہ فرمایا مگر افضل، شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا فتاویٰ علامہ شمس الدین محمد رملی شافعی میں ہے:

''افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا اور بلقینی نے فرمایا کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہوسکتا تھا''۔ اھ

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر حضور انور ﷺ کو تو لازم کہ کوثر ہی افضل ہو امام ابن حجر مکی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) تو یہ قول ثالث یا دونوں قولوں کی توفیق ہوا۔ فتاویٰ فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(فتاویٰ رضویہ (جدید) ج ۱۱ص ۲۴۵ تا ۲۴۹)

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آب زمزم افضل ہے یا کوثر؟

تو اس کے جواب میں فرمایا! شیخ الاسلام بلقینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آبِ زمزم افضل ہے کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ (ﷺ) کے قلبِ مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی افضلیت کی دلیل ہے۔ زمزم کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک ﷺ کی طرف سے عطیہ ہونا اس کو معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے بلا شبہ کوثر کو بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک ﷺ کو ملے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انا اعطینک الکوثر کو اپنے لیے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے، اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو گیا۔ اھ

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علماء سے نظرِ فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے۔

(امام احمد رضا فرماتے ہیں) پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق حاصل ہے۔ افضل کے دو معنی ہیں، ایک ثواب کے لحاظ کثرت ہے، یہ معنی انسانوں میں جس کو ثواب حاصل ہو، اور اعمال میں وہ عمل جس پر ثواب زیادہ مرتب ہو، اس معنی کی دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اور کوثر میں نہیں پائی جاسکتیں اور اگر اس معنی کی یہاں یہ تاویل کی جائے کہ ان کے لین دین میں زیادہ ثواب ہے تو پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے اس لیے دونوں میں افضلیت کا تقابل نہیں پایا جا سکتا اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ فرشتوں کا حضور ﷺ کے قلب مبارک کو دھونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے زیادہ ثواب ہے۔

اب صرف افضل کے دوسرے معنی میں بات ہو سکتی ہے وہ عند اللہ عظمتِ شان اور رفعتِ مقام ہے اور اس معنی پر امام بلقینی کا استدلال تب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیشِ نظر رکھیں اور یہ معلوم کرلیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی زمزم اور کوثر مساوی ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زمزم کو پسند فرمایا لہٰذا افضل ہوا، اس لئے کہ یہ اس کاروائی کے لئے زیادہ موافق اور زیادہ صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر و منزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں نے حضور ﷺ سے شرف پایا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ شروع میں گزرا، اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے جسے چاہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کو فضیلت دے۔ لیکن امام ابنِ حجر کا جواب فضیلت کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے کیونکہ وہ ہمارے زیرِ تصرف ہے اور ہمیں اس پر ثواب ملتا ہے جس سے ہمیں فضیلت میسر ہوتی ہے اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وہ نصیب ہو جائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوگا لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے، اور آخرت دار العمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور ﷺ پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔ (ت)

(امام احمد رضا فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ دنیا کے تمام پانی کوثر سے افضل ہو جائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ

درست نہیں ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر وفخر کی عظمت و بلندی مراد ہے اور فضیلت کا یہ معنی دنیا یا آخرت کے لحاظ سے نہیں بدلتا تا کہ دنیا میں ایک چیز دوسری کے مقابلہ میں عنداللہ بڑی قدر والی ہو اور جب آخرت برپا ہو تو معاملہ الٹ ہو جائے ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ آخرت میں عنداللہ وہی چیز قدر و منزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ذاتی طور پر افضل ہوگی اور جو چیز ذاتی طور پر افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کرلیا تو ضروری ہے کہ وہ دنیا و آخرت دونوں میں افضل ہو، اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے، نیز کوثر کا پانی جنت سے نکلتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (نالے) گرتے ہیں دونوں جنت سے آکر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔ اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالیٰ کا سامان گراں قدر و قیمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے پھر کوثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لیے وہاں زیادہ نفع مند ہے جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ نے کوثر حضور افضل الانبیاء علیہ السلام ﷺ پر احسان فرمایا ہے لہٰذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔ دعا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک سے پلائے اور اس کوثر پر ورود ہمیں نصیب فرمائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، ومجدو شرف و عظم و کرم ، وعلی الہ الکرام ، وصحبہ العظام ، وابنہ الکریم و امتہ الکریمۃ خیر الامم، وعلینا بھم ولھم وفیھم ومعھم یا من علینا بارسالہ وانعم ، والحمدللہ رب العالمین حمدا یدوم بدوامہ الادوم، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم ، وعلمہ جل مجدہ اتم ، وحکمہ عزشانہ احکم

امام احمد رضا پر تحقیق کے حوالے سے ایک اور سنہرے باب کا اضافہ
رضاء الرحمن عاکف سنبھلی کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض

اردو کے معروف شاعر و ادیب رضاء الرحمٰن عاکف سنبھلی کو ان کے تحقیقی مقالے ''روہیلکھنڈ کے نثری ارتقاء میں مولانا احمد رضا خان کا حصہ'' پر مہاتما جیوتی با پھولے روہیلکھنڈ یونیورسٹی بریلی نے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری تفویض کی ہے۔ ڈاکٹر عاکف سنبھلی نے اپنا یہ تحقیقی مقالہ جگدیش سرن ہندو پوسٹ گریجویٹ کالج امروہہ کے شعبۂ اردو کے صدر ڈاکٹر محمد سیادت نقوی کی زیرِ نگرانی مکمل کیا۔ اس مقالے میں موصوف نے مولانا احمد رضا خاں کی سوانح حیات پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے ان کے اردو نثری کام کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔ اس مقالے کے مطالعے سے برصغیر ہند و پاک کے مایۂ ناز اسلامی اسکالر کا ایک اور جوہر سامنے آتا ہے اور وہ ہے ان کی تصانیف میں تحقیقی عنصر کا حیرت انگیز حد تک پایا جانا۔ مصنف مقالہ نے جہاں مولانا کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف کا کماحقہ تعارف کرایا ہے وہیں ان کے اسلوبِ بیان اور تحقیقی جوہر کو بھی منظر عام پر لانے کی کامیاب کوشش کی ہے غرض کہ مقالہ ہر ایک اعتبار سے قابل مطالعہ ہے اور اپنی گوناگوں خوبیوں کی بناء پر اس کا مستحق ہے کہ وہ جلد از جلد زیور طباعت سے مرصع و مزین ہو کر قارئین تک پہنچے۔ ڈاکٹر رضاء الرحمٰن عاکف اردو کے معروف اہل قلم ہیں۔ متفرق موضوعات پر ان کے مضامین و منظومات ملک کے معروف رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ریڈیو اسٹیشن سے بھی ان کی تقاریر نشر ہوتی رہی ہیں۔ بچوں کی نظموں پر مشتمل ان کا ایک مجموعہ منظر عام پر آچکا ہے اردو کے ایک ہزار شعراء و ادبا کے سوانحی کوائف پر مشتمل ایک ڈائریکٹری بھی تیار کر چکے ہیں۔ مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ''شگفتہ بیانی میری'' اور متفرق موضوعات پر مشتمل آپ کا ایک اور مجموعہ مضامین ''گلہائے رنگ رنگ'' بھی زیر طبع ہیں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے سرپرست اعلیٰ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب، جنرل سیکریٹری پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور دیگر اراکین ادارہ جناب ڈاکٹر رضا الرحمٰن عاکف سنبھلی صاحب کو اس تحقیقی کارکردگی پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں ونیز ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے ضروری کوائف کے سات ہمیں اپنی پی۔ ایچ۔ ڈی تھیسس کی نقل بھیجیں۔ جو وقت آنے پر ان شاء اللہ ادارہ شائع کرے گا اور ڈاکٹر صاحب کو حسب روایت امام احمد رضا گولڈ میڈل ریسرچ ایوارڈ بھی امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر پیش کرے گا۔

معارف القلوب
گزشتہ سے پیوستہ

اظہار تمنا کے انداز

آداب دعا اور اسباب اجابت

مصنف: رئیس المتکلمین حضرت علامہ نقی علی خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن
شارح: امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
محشی: مولانا عبد المصطفیٰ رضا عطاری

ادب ۳۱: عدد طاق ہو، کہ اللہ وتر ہے (۶۳)۔ وتر کو دوست رکھتا ہے۔ پانچ بہتر ہے، اور سات کا عدد اللہ عزوجل کو نہایت محبوب اور اقل مرتبہ تین ہے (۶۴)۔ اس سے کم نہ مانگے۔ حدیث میں ہے بندہ دعا کرتا ہے، پروردگار قبول نہیں فرماتا، پھر دعا کرتا ہے، پھر قبول نہیں فرماتا، پھر دعا کرتا ہے، اس وقت پروردگار تعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے:

''اے میرے فرشتو! میرے بندے نے غیر کو چھوڑ کر میری طرف رجوع کی، میں نے اس کی دعا قبول فرمائی''

ادب ۳۲: دعا فہم معنی کے سات ہو۔

قولِ رضا: لفظ بے معنی قالب بے جان ہے (۶۵)

ادب ۳۳: آنسو ٹپکنے میں کوشش کرے، اگر چہ ایک ہی قطرہ ہو، کہ دلیلِ اجابت ہے۔ رونا نہ آئے تو رونے کا سامنہ بنائے کہ نیکوں کی صورت بھی نیک ہے۔

قولِ رضا: من تشبه بقوم فهو منهم (۶۶)

ایک نقال صوفیائے کرام کی نقلیں کرتا، بعد موت بخشا گیا کہ ہمارے محبوبوں کی صورت تو بناتا تھا، اگر چہ بطور ہنسی کے۔

یہ صورت بنانا بہ نیت تشبہ (۶۷)۔ اللہ عزوجل کے حضور ہے، نہ کہ اوروں کے دکھانے کو، کہ وہ ریا ہے اور حرام ہے، نکتہ یاد رہے۔

ادب ۳۴: دعا عزم و جزم کے ساتھ ہو (۶۸)۔ یوں نہ کہے کہ الٰہی! تو چاہے تو میری یہ حاجت روا فرما، کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی جبر کرنے والا نہیں

قولِ رضا: واما قوله ﷺ ان تغفر اللهم تغفر جمّا . وای عبدلک لاالمّا(رواه الترمذی والحاکم عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما وصححاه)فلیس ان فیه للشک بل للتعلیل کقولک لابنک ان کنت ابنی فافعل کذا ای افعله وامتثل امری لانک ابنی وکقولهم ان کنت سلطان فاعط الجزیل فالمعنی اغفر کثیرا لانک غفار (۶۹)۔

ادب ۳۵: دعا جامع، قلیل اللفظ وکثیر المعنیٰ ہو (۷۰)۔ بے جا سے احتراز کرے (۷۱)۔

حضور اقدس ﷺ کی حدیث میں ہے۔ آخر زمانے کے لوگ دعا میں حد سے بڑھ جائیں گے اور آدمی کو اس قدر دعا کفایت کرتی ہے کہ خدایا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں مجھے بہشت عطا فرما اور اس قول و فعل کو جو اس سے نزدیک کرے، توفیق دے۔

بعض کتابوں میں ہے، یہ دعا جامع و کافی ہے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا (☆۴) حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ . (۷۲)

(ماخوذ از: اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِاٰدَابِ الدُّعَاءِ مع شرح ذَيْلُ الْمُدَّعَا لِاَحْسَنَ الْوِعَاءِ)

''خدایا! ہمیں دنیا وآخرت کی بھلائی عنایت فرما اور دوزخ کی آگ سے بچا''

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے نے دعا کی۔

''خدایا مجھے بہشت میں ایک سپید محل دے کہ جاتے وقت میرے دہنے ہاتھ پر پڑے''۔

فرمایا، اے بیٹا! خدا سے بہشت کا سوال کر اور دوزخ سے پناہ چاہ، فضول باتوں سے کیا فائدہ۔

ادب ۳۶: دعا میں سجع (۷۳) اور تکلف سے بچے کے باعث شغلِ قلب وزوالِ رقت ہے۔ حدیث میں آیا:

ایاکم والسجع فی الدعا (۷۴)

﴿قولِ رضا: اور حضور اقدس ﷺ کی دعاؤں میں سجع کا آنا، سجع کا آنا ہے نہ کہ سجع کا لانا اور محذور (۷۵) مسجّع کرنا ہے، نہ کہ مسجّع ہونا، کہ مشوّش خاطر وہی ہے (۷۶)۔ نہ کہ یہ، ولہذا حضرت مصنفِ علّام قدس سرہ نے لفظ تکلف زیادہ فرمایا﴾

حوالہ جات

(۶۳) یعنی اللہ عزوجل اکیلا ہے اور وتر یعنی تین، پانچ، سات، نو گیارہ وغیرہ کو پسند فرماتا ہے۔

(۶۴) یعنی کم سے کم مرتبہ وتر ہونے میں تین کا ہے اس سے کم نہ ہو۔

(۶۵) یعنی جسمِ بے جان

(۶۶) یعنی جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہیں میں سے ہے۔

(۶۷) یعنی نقل کرنا، دوسروں کی عادتیں اپنانا۔

(۶۸) یعنی پختہ ارادہ کے ساتھ مشغول بہ دعا ہو۔ یوں نہ ہو کہ اپنی طرف سے لاپرواہی ظاہر کرے کہ اللہ عزوجل! اگر تو چاہے تو میری یہ حاجت پوری فرما۔ بلکہ دعا میں ارادے کی پختگی کا اظہار ہو کہ اے مولیٰ! اپنے کرم سے میرا یہ کام بنا ہی دے۔

(۶۹) رہا یہ اعتراض کہ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی تو اس طرح دعا فرمائی کہ اے رب ہمارے! اگر تو بخشش فرماتا ہے تو اپنے بندوں کے سارے گناہوں کو بخش دے۔ تیرا کونسا بندہ ہے جس سے گناہ سرزد نہ ہوتا ہو۔ اس حدیث پاک کو امام ترمذی وحاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔

مذکورہ بالا اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سرکار نامدار ﷺ کے مبارک کلام میں لفظ 'اِن' بمعنی (اگر) شک اور تذبذب کی بنا پر نہیں کہ اے اللہ عزوجل! اگر تو مغفرت فرمانا چاہے تو مغفرت فرما دے، بلکہ ان کے مبارک کلام میں لفظ اِن تعلیل یعنی وجہ بیان کرنے کیلئے ہے کہ اے مولیٰ عزوجل! تو اپنے بندوں کی بخشش فرما اس لئے کہ تو ہی بخشش فرمانے والا ہے۔ جیسا کہ باپ اپنے بیٹے سے کہتا ہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میرا یہ کام کر یعنی تو میرا حکم مان اور یہ کام کرڈال اس لئے کہ تو میرا بیٹا اور میں تیرا باپ ہوں، اسی طرح رعایا میں سے کسی حاکم سے کہنا کہ اگر تو حاکم ہے تو مجھ پر عطاؤں کی بارش فرما یعنی مجھے عطیات سے نواز دے اس لئے کہ تو میرا حاکم ہے، یہ نہیں کہ اگر تو حاکم ہے تو دے ورنہ نہیں۔ چنانچہ مذکورہ حدیث پاک کے معنی بھی یہی ہیں کہ اے پروردگار ہماری بخشش فرما اس لئے کہ تو ہمارا رب ہے خوب بخشش فرمانے والا ہے۔

(۷۰) یعنی اس طرح دعا کرے کہ جس میں الفاظ کم اور معنی کی ادائیگی زیادہ ہو مثلاً رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ کہ اس مختصر سے کلام میں دونوں جہاں کی بھلائیاں مانگ لی گئیں۔

(۷۱) یعنی دعا میں کلام کو بلا ضرورت طویل کرنے سے پرہیز کرے اور زہے نصیب! کہ یہی پرہیز عام گفتگو میں بھی ہو کہ فضول گفتگو سے آدمی کا وقار ختم ہوجاتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ محشر میں ہر ہر لفظ کو پڑھ کر سنانا پڑے گا۔ ولعیاذ أباللہ

(۴☆) فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً اَیْ رَحْمَةً وَفِی الْاٰخِرَةِ اَیْ الْجَنَّةَ ۱۲منہ قدس سرہ

(اعلیٰحضرت تشریح فرماتے ہیں یعنی دنیا میں رحمت اور آخرت میں جنت مترجم)

(۷۲) اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۰۱ ترجمہ کنزالایمان)

(۷۳) یعنی دعا میں بالتکلف ہم قافیہ وہموزن جملے استعمال نہ کیئے جائیں کہ اس سے دل ایک طرح کھیل میں مشغول ہوجاتا ہے اور رقت جاتی رہتی ہے۔

(۷۴) دعا میں سجع سے بچو۔

(۷۵) یعنی دعا میں جس چیز سے روکا گیا ہے وہ کلام کو بالتکلف سجع کے ساتھ لانا ہے۔ اگر دعا کرنے والا خود اس قدر فصیح وبلیغ ہو اور اس کے منہ سے نکلنے والا کلام بلاتکلف ہم قافیہ ہی نکلتا ہو تو اس میں حرج نہیں۔ اب رہا ہمارے آقا ومولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کا معاملہ، تو ان سے بڑھ کر فصیح وبلیغ نہ آج تک کوئی آیا نہ آئے

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

(امام احمد رضا)

(جاری ہے)

اسلام اور سائنس

ضبطِ ولادت کا مقصد اور اس کے بھیانک نتائج

اصغر علی قادری مصباحی

ضبط ولادت کا اصل مقصد افزائش نسل کو روکنا ہے۔ قدیم زمانے میں اس کے لئے عزل، اسقاط حمل، قتل اولاد کے طریقے اختیار کئے جاتے تھے۔ لیکن آج کل اس کے لئے دوائیں اور طریقے ایجاد ہو چکے ہیں اور اسقاط حمل کا طریقہ کثرت کے ساتھ یورپ و امریکہ میں موجود ہے۔ یورپ میں اس تحریک کی ابتداء اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر میں ہوئی۔

اسلام میں بعض نہایت مخصوص حالات میں اس کی اجازت دی گئی ہے، چنانچہ مجدد ملّت طاہرہ شیخ الاسلام امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں اگر کسی مسلمان عورت کی اظہارِ حمل سے بے عزتی اور بدنامی کا خطرہ ہو تو اس صورت میں اسقاط حمل جائز ہے، لیکن وہ بھی اس وقت جب تک بچہ نہ بنا ہو، بچہ چار ماہ میں بن جاتا ہے، اس مدت کے بعد اسقاط حمل ناجائز اور گناہ ہے کہ ایک بے گناہ کا عمداً قتل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، قدیم، ج۱، ص۱۵۱ اور [illegible])

لیکن ان صورتوں کے علاوہ کسی طور پر بھی جائز نہیں ہے۔

اور آج کل تو مغرب میں اسقاط حمل ایک تحریک بن چکی ہے جو مسلمانوں کے لئے سم قاتل ہے۔

ذیل میں اس کے بھیانک عواقب ونتائج پر نظر ڈالی گئی ہے:

اب اس تحریک کے نتائج پر بھی نظر ڈالی جائے گی جو گزشتہ 100 سال سے عملی تجربہ سے ظاہر ہوئے۔

زنا اور امراض خبیثہ کی کثرت

ضبط ولادت سے زنا اور امراض خبیثہ کو کافی فروغ نصیب ہوا ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کیونکہ عورتوں کو خدا کے خوف کے علاوہ جو چیزیں اخلاق کے بلند معیار پر قائم رکھ سکتی ہیں وہ دو ہیں، ایک فطری حیاء دوسرے یہ کہ خوف اور ناجائز بچے کی پیدائش عورت کو سوسائٹی میں ذلیل ورسوا کردے گی۔ ان میں سے فطری حیاء کو جدید تہذیب نے تو بڑی حد تک دور کر دیا ہے۔ رقص وسرود، نائٹ کلبس اور شراب نوشی کی محفلوں میں مردوں کے ساتھ آزادانہ شرکت کے بعد حیا کہاں باقی رہ سکتی ہے۔ رہا ناجائز اولاد کی پیدائش کا خوف تو ضبطِ ولادت کے رواج عام نے اس سے بھی عورتوں اور مردوں کو آزاد کر دیا اور زنا کا عام لائسنس دے دیا اور جس کی وجہ سے امراض خبیثہ کا ہونا لازمی ہے۔

انگلستان کا حال یہ ہے کہ ہر سال وہاں 80,000 سے زیادہ ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں، ڈیویزان کانفرنس کی رپورٹ کی رو سے 1946ء میں ہر آٹھ میں سے ایک بچہ ناجائز تھا اور ہر سال تقریباً ایک لاکھ عورتیں دائرہ نکاح کے باہر حاملہ ہوتی تھیں۔ اس طرح مختلف جرائم بھی وقوع پذیر ہو رہے ہیں اگر خصوصیت سے جنسی جرائم کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ جنسی آزادی سے پیدا ہونے والی بیماریاں بھی روز بروز فروغ پا رہی ہیں

(بشکریہ، ماہنامہ اہلسنت، گجرات، پاکستان)

اور علاج کے بہترین مواقع فراہم ہونے کے باوجود ان بیماریوں کا اثر قومی صحت پر بڑا تباہ کن ہے۔ اگر صرف آتشک (Syphilis) ہی کو لیا جائے تو امریکہ کے سرجن جنرل آف پبلک سروس مسٹر تھامس پیرن (Thoms Paran) کے بقول یہ خبیث مرض فالج اطفال کے مقابلہ میں سو گنا زیادہ تباہی کا باعث ہے اور امریکہ میں اس وقت سرطان، تپ دق، اور نمونیہ کا برابر خطرہ ہے۔

طلاق کی کثرت

آج مغربی ممالک میں ازدواجی تعلقات کی بندش جن اسباب کی بنیاد پر کمزور ہورہی ہیں ان میں سے ایک سبب ضبط ولادت بھی ہے کیونکہ مرد اور عورت کے درمیان زوجی تعلقات کو مضبوط کرنے میں اولاد بہت کا بڑا حصہ ہوتا ہے جب اولاد نہ ہوگی تو زوجین کیلئے ایک دوسرے کو چھوڑ دینا بہت آسان ہوگا یہی وجہ ہے کہ یورپ میں طلاق کا رواج کثرت کے ساتھ پھیل رہا ہے اور طلاق حاصل کرنے والوں میں بڑی اکثریت ان جوڑوں کی پائی جاتی ہے جو بے اولاد ہیں۔ ٹالکوٹ پارسنز (Talcottparson) اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بہت بڑی حد تک طلاقیں شادی کے اولیں سالوں میں یا بے اولاد جوڑوں میں ہوتی ہیں اور ہورہی ہیں۔ چاہے زن وشوہر پہلے کے مطلقہ ہی کیوں نہ ہو۔ جب ایک بار اولاد ہونے لگتی ہے تو پھر ان کے متحد رہنے کے امکانات بھی بہت زیادہ ہوجاتے ہیں۔ ضبط ولادت پر عامل ممالک میں جس رفتار سے طلاق میں اضافہ ہورہا ہے وہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے انگلستان کے متعلق ڈاکٹر آزوالڈ شوارز لکھتا ہے۔

گزشتہ نصف صدی میں طلاقوں کا سیلاب جس رفتار سے بڑھ رہا ہے اس میں وبا کی سی تیزی پائی جاتی ہے۔ ۱۹۱۴ء میں اس ملک میں ۸۵۶ طلاقیں واقع ہوئی تھیں۔ ۱۹۲۱ء میں ان کی تعداد ۳۵۲۲ ہوگئی اور ۱۹۶۴ء میں ان کی تعداد بڑھ کر ۳۵۰۸۷ تک پہنچ گئی ہے۔ کیا یہ خطرے کی گھنٹی نہیں ہے جو اس امر کی خبر دیتی ہے کہ ہماری تہذیب اخلاقی ترقی کے نقطہ عروج سے گزر چکی ہے۔ اور شرح پیدائش کی روزافزوں کمی پر پوری دنیا میں اضطراب قائم ہو چکا ہے۔ مفکرین و مدبرین اس گتھی کو سلجھانے کی بھرپور کوشش کررہے ہیں جس کا ایک اجمالی خاکہ میں پیش کررہا ہوں۔ جس سے اس بات کا اندازہ ہوجائے گا کہ مختلف ممالک میں ان حالات کا ردعمل کیا ہے۔

فرانس

حکومت کو اس خطرے کا احساس ہوگیا ہے کہ شرح پیدائش کا زوال فرانسیسی قوم کا زوال ہے۔ اہل بصیرت اس بات کو اچھی طرح محسوس کررہے ہیں کہ اگر آبادی کی رفتار یوں ہی گھٹتی رہی تو ایک روز فرانسیسی قوم صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہوجائے گی۔ مردم شماری کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۱ء کے مقابلہ میں ۱۹۲۱ء میں فرانس کی آبادی ۲۱ ر لاکھ کم ہوگئی اور ۱۹۲۶ء میں پندرہ لاکھ کا اضافہ ہوا لیکن یہ زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کی آمد کا نتیجہ تھا۔ فرانس میں اجنبی قوموں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ یہ فرانسیسی قوم کے لئے اور بھی بڑا خطرہ ہے کیونکہ قوم پرستی کے موجودہ دور میں اجنبی آبادی کا بڑھنا اور قومی آبادی میں کمی ہونا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فرانس میں ایک زبردست تحریک قومی اتحاد برائے افزائش آبادی کے نام سے اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کیلئے معرض وجود میں آگئی ہے۔ حکومت نے ضبط ولادت کی تعلیم اور نشر واشاعت کو قانوناً ممنوع قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ ڈاکٹروں تک کے لئے پابندی ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جو ضبط ولادت پر منتج ہوسکتا ہے۔

ایک مشہور ماہر جنسیات ڈاکٹر آرزوالڈ شوارز اپنی کتاب

''نفسیات جنس''میں لکھتا ہے:

جذبہ جنسی آخر کسی چیز کا غماز ہے اور کس مقصد کے حصول کے لئے ہے؟ یہ بات کہ اس کا تعلق افزائش نسل سے ہے بالکل واضح ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ حیاتیاتی قانون ہے کہ جسم کا ہر عضو اپنا خاص وظیفہ انجام دینا چاہتا ہے۔ اس کام کو پورا کرنا چاہتا ہے جو فطرت نے اس کے ذمہ سپرد کیا ہے اور اگر اسے اپنے کام سے روک دیا جائے تو لازماً الجھنیں اور مشکلات پیدا ہوکر رہتی ہیں۔ عورت کے جسم کا بڑا حصہ بنایا ہی گیا ہے استقرار حمل اور تولید کے لئے اگر ایک عورت کو اپنے جسمانی و ذہنی نظام کا یہ اقتضاء پورا کرنے سے روکا جائے گا تو وہ اضمحلال اور شکستگی کا شکار ہو جائے گی اور اس کے برعکس ماں بننے میں وہ ایک نیا حسن، روحانی بالیدگی پاتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ ضابطہ کی بنا پر ایک عورت بچہ جننا اپنا فرض سمجھتی ہے کیونکہ اس کا سارا نظام جسمانی بناوٹ ہی اس لئے ہے کہ وہ بچہ جنے اور اگر اس کے خلاف اسے ضبط ولادت پر مجبور کیا جائے تو وہ طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے اس کی تائید میں ہم یہاں صرف ڈاکٹر فریڈرک ٹاسک کی رائے نقل کر رہے ہیں۔ جنہوں نے طبی معلومات کا اس موضوع کے تحت نچوڑ پیش کر دیا ہے۔ جب حمل کو اس کی تکمیل سے پہلے ہی خارج کر دیا جاتا ہے جسے اصطلاح میں اسقاط حمل کہا جاتا ہے تو نسل انسانی کو اس کی وجہ سے تین طرح کے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

اولاً...... انسانوں کی ایک نامعلوم تعداد کو دنیا میں رکھنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

ثانیاً...... اسقاط حمل کے ساتھ ساتھ ہونے والی ماؤں کی بڑی تعداد لقمہ اجل ہو جاتی ہے۔

ثالثاً...... اسقاط حمل کی وجہ سے بڑی تعداد میں ایسے مریضانہ اثرات مرتب ہوتے ہیں جو آئندہ تولید کے امکانات کو بری طرح مجروح کر دیتے ہیں اور ضبط ولادت کی وجہ سے زوجین کے درمیان ایک گہرا اور مضبوط رشتہ ہرگز رقائم نہیں ہوسکتا کیونکہ اولاد ہی ایک ایسی چیز ہے جو دونوں کو ایک ساتھ رہنے پر مجبور کرتی ہے اور آپسی الفت ومحبت برقرار رکھتی ہے۔ ورنہ بغیر اولاد کے زوجین کے اندر تو اول وقت میں بہت گہری محبت ہوتی ہے لیکن مشاہدہ ہے کہ چند ہی سالوں کے اندر دونوں کا دل ایک دوسرے سے بھر جاتا ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کو اجنبیت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں۔ لیکن جب اولاد ہوتی ہے تو وہ باہم منسلک ہوکر رہتے ہیں۔ اسی طرح ضبط ولادت کی وجہ سے اخلاق پر بھی بہت بڑا اثر پڑتا ہے کیونکہ ضبط ولادت کی وجہ سے زن وشوہر دونوں کو زنا کا عام لائسنس مل جاتا ہے اور وہ بلا کسی لوم لائم اور خوف و خطرہ کے زنا کرتے ہیں کیونکہ زنا کے اندر جو چیز رکاوٹ بنتی ہے وہ ہے ناجائز بچہ کا پیدا ہونا اور اس کی وجہ سے معاشرہ کے اندر دونوں کو ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا۔ لیکن جب ضبط ولادت کی تحریک قائم ہو جاتی ہے تو یہ خوف بالکل دور ہو جاتا ہے اور دونوں چھوٹ کر زنا کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح نفس پرستی اور عیاشی کو بھی فروغ ہوتا ہے اور خود بچے پر بھی اس کا برا اثر پڑتا ہے کیونکہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ایک یا دو بچے ہی پر اکتفا کیا جائے تو ان کے بچے اخلاق سے بہت ہی دور ہوتے ہیں، کیونکہ جس طرح بچے کی تربیت والدین کرتے ہیں اور اسے کامیاب بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو اسی طرح خود بچے کے اندر بھی الفت ومحبت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ گھر میں بھائی بہنوں سے مل کر رہنا چاہتا ہے اور حسن اخلاق کی تربیت بھی سکھاتا ہے لیکن جس گھر میں صرف ایک بچہ ہو اس کے اندر یہ تمام چیزیں مفقود نظر آتی ہیں۔

اب ذرا اس بات پر بھی غور کرنا ضروری ہے کہ آخر جو

لوگ ضبط ولادت کے قائل ہیں ان کے سامنے آخر کونسی نظریات ہیں جن کی بنیاد پر وہ یہ قول پیش کرتے ہیں اور اس تحریک کو مضبوط بنانے کی کوشش صرف کررہے ہیں۔ تو اس سلسلے میں سب سے بڑی دلیل جو یہ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ زمین کا رقبہ محدود ہے اور وسائل معاش بھی محدود ہیں ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں اس صفحہ گیتی پر زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار ملین آدمی سما سکتے ہیں اور اب تک تین ہزار ملین کی آبادی ہو چکی ہے اور اگر حالت معتدل ومناسب رہے تو کچھ ہی سال میں دوگنی آبادی ہو جائے گی اور آدمی کو زمین پر رہنے کے لئے جگہ نہیں ملے گی اور نہ ہی ذریعہ معاش ملے گا اس خطرے سے بچنے کے لئے ایک ہی صورت ہے کہ وہ وقت آنے سے پہلے ہی ضبط ولادت کی تحریک کو فروغ دیا جائے تا کہ آبادی ضرورت بھر ہو سکے اور ایک دو بچے ہی پر اکتفاء کرلیا جائے۔

قارئین کرام! یہ دلیل بظاہر تو ایک عام انسان کے ذہن ودماغ میں ضرور بھلی واچھی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ دلیل صرف دلیل ہی نہیں بلکہ خالق عالم کی خالقیت پر ایک طرح کا نکتہ چینی ہے کیونکہ جس اندازے کو سامنے رکھ کر قائل نے اس دلیل کو پیش کیا ہے کیا وہ اندازہ صحیح ودرست ہے؟ اور اگر صحیح بھی ہو تو کیا خالق عالم اس سے بے خبر ہے جب کہ اس کا فرمان ہے:

اِنَّا كُلَّ شَیْ ءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ''ہر چیز کو اس نے اندازے سے پیدا کیا''

جتنی ضرورت پڑتی ہے اتنا ہی پیدا فرماتا ہے اور وہ اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہے:

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِیْن

''اور جب وہ غافل نہیں تو وہ خوب جانتا ہے''

کہ کتنی مخلوق کی ضرورت ہے اور ان کے لئے کتنی جگہ چاہیے اور ان کا ذریعہ معاش کیا ہوگا؟ یہ سب خدا کے علم میں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ ہر چیز کو ایک اندازے پر پیدا فرماتا ہے کیونکہ اس کی مخلوق میں بہت سے انواع ایسے ہیں اور ان میں خالق کائنات نے اتنی قوت ودیعت فرمادی ہے کہ اگر صرف ایک نوع کو افزائش نسل پر مکمل طریقے سے چھوڑ دے تو کائنات کا چپہ چپہ اسی نسل سے بھر جائے گا اور دیگر انواع کو قدم رکھنے کی بھی جگہ نہیں ملے گی۔ مثال کے طور پر مچھلیوں کی ایک نوع اسٹار (Star) ہے جو بیس کروڑ انڈے دیتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ اس کی صرف ایک نسل کو بڑھنے دے تو سمندر کے اندر دوسری چیزوں کو رہنے کی جگہ نہ ملے گی اور سمندر کا پانی کم پڑ جائے گا۔ خود انسان کے اندر اتنی قوت دی ہے کہ اس کے جسم سے جو مادہ نکلتا ہے اس سے بیک وقت 30/20 کروڑ کروڑ عورتیں حامل ہوسکتی ہیں۔ اس صورت حال میں خدا تعالیٰ اگر انسان کے ایک فرد کی پوری نسل کو یوں ہی بڑھنے دے جتنی کہ اس کو طاقت وقوت دی ہے تو پوری دنیا ایک فرد کی نسل سے بھر جائے گی۔ لیکن وہ کون ہے جس نے کائنات کے اندر مختلف انواع کو وجود بخشا۔ اور سب کے رہنے کے لئے جگہ متعین ومقرر کردی کہ کوئی اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ نہیں جاتا۔ یہیں سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے۔ خدا تعالیٰ خود حکیم ہے وہ جانتا ہے کہ انسان کو کہاں جگہ ملے گی اور اس کے لئے کیا رزق ہوگا۔ اسی لئے تو اس نے فرمایا!

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْن

''لہذا یہ بات ان دلائل سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ قائلین ضبط ولادت نے جس چیز کو مبنیٰ قرار دیا تھا یہ اس قابل نہیں کہ ضبط ولادت کو جائز قرار دیا جائے''

☆☆☆

معارف اسلاف

امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ
علماء ازہر کی نظر میں

تاج محمد خان ازہری، قاہرہ مصر

ہندوستان ہمیشہ سے علم و حکمت کا گہوارہ اور اہل علم کا مرکز رہا ہے۔ جب ہم گزشتہ صدیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسی علمی و ادبی شخصیات نظر آتی ہیں کہ جن کی عظمت و بزرگی کے سامنے کوہ ہمالیہ کی بلندی بھی سرنگوں دکھائی دیتی ہے۔ امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ ایسی ہی بلند پایہ علمی شخصیات میں سے ایک تھے۔ جن کی عظمت کو عرب و عجم کے ذی علم اور دانشوروں نے خراج تحسین پیش کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم و فنون کا وہ خزانہ عطا فرمایا تھا کہ جس کی وجہ سے آپ کی ذات بشکل انسانی چلتی پھرتی انسائیکلوپیڈیا تھی۔

چودھویں صدی کے مجدد، محدثِ عصر، امیر الشعراء، تاج الفقہاء، فخر العلماء امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان دس شوال ۱۲۷۲ھ مطابق چودہ جون ۱۸۵۶ء کو ہندوستان کے ایک قدیم تاریخی شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتداً آپ کا نام محمد رکھا گیا بعدہ آپ کے جد امجد حضرت مولانا محمد رضا علی خان نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے احمد رضا رکھا، اور پھر اسی نام سے مشہور ہوئے۔ ابتدائی علوم والد بزرگوار حضرت علامہ محمد نقی علی خان قادری علیہ الرحمۃ سے حاصل کیا، مزید تحصیل علم کیلئے آپنے مارہرہ مقدسہ اور رامپور کا سفر کیا۔ آپ بچپن سے ہی بڑے ذہین و فطین اور عظیم قوت حافظہ کے مالک تھے۔ بڑے قلیل عرصہ میں متعدد علوم و فنون میں مہارت حاصل کرلی، یہی وجہ تھی کہ چودہ سال کی عمر میں ہی والد ماجد نے آپ کو فتویٰ نویسی کی ذمہ داری سونپ دی۔ تاحیات آپ نے اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی نبھایا اس کی زندہ و جاوید مثال آپ کا مجموعۂ فتاویٰ ''العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ'' ہے۔ جس کی ۲۵/ جلدیں جدید انداز میں رضا فاؤنڈیشن لاہور، پاکستان اب تک شایع کرچکا ہے۔

امام احمد رضا خان حد درجہ خلیق تھے، برائی کا بدلہ کبھی برائی سے نہیں دیا، آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ کے پاس سب و شتم سے پُر ایک خط آیا، حسب عادت میں نے پڑھ کر اختصار کے ساتھ حضرت کو سنادیا، اچانک یہی خط ایک مرید کے ہاتھ لگ گیا، وہ بلند آواز سے پڑھ کر سنانے لگا، سن کر آپ کبیدہ، خاطر ہوئے لیکن ضبط نفس سے کام لیا اور جواب میں کچھ نہیں فرمایا۔ شام کو جب آرام گاہ تشریف لے جانے لگے تو مرید نے مشورہ دیا کہ یہ بات عدالت تک پہنچادی جائے تاکہ دوسروں کیلئے عبرت ہو، آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو، گھر کے اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد ہاتھ میں خطوط کا ایک بنڈل

لیئے ہوئے باہر تشریف لائے ،فرمایا انہیں پڑھو، یہ خطوط چونکہ حضرت کی تعریف وتوصیف میں تھے، اس لئے پڑھتے ہی مرید کا چہرہ کھل اٹھا، آپ نے فرمایا پہلے ان خطوط کے بھیجنے والوں کو ہدایا اور تحفے ارسال کرو پھر دوسرے کا معاملہ عدالت تک پہنچایا جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ یہ کہنا ہی مناسب ہوگا کہ آپ کا اخلاق حدیث رسول ﷺ ''من أحب للّٰه وأبغض للّٰه ، وأعطى للّٰه ، ومنع للّٰه فقد استكمل الإيمان'' کا حقیقی مصداق تھا۔

عشقِ رسول تو دیوانگی کی حد تک تھا، مدینہ طیبہ کا ذکر آتے ہی آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برسنے لگتیں، دیارِ محبوب کی شوقِ دید میں دل ہمیشہ مچلتا رہتا۔ آخر کار محبوب سے بھی محبّ کی بے چینی دیکھی نہ گئی۔ بلآخر وہ دن آ گیا، اور بلاوہ آ گیا۔ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں بارِ اول والد محترم رحمہ اللہ کی رفاقت میں حرمین شریفین حاضر ہوئے، مناسک حج ادا کیئے۔ ایک شام نماز مغرب ادا کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک مسجد حرام کے امام شیخ حسین بن صالح جمل اللیل تشریف لائے، آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے، جبکہ دونوں حضرات کے مابین پہلے سے کوئی تعارف نہیں تھا۔ گھر پہنچ کر امام حرم نے اپنا ہاتھ آپ کی پیشانی پر رکھا اور فرمایا اس پیشانی میں مجھے اللہ کا نور دکھائی دے رہا ہے، اور پھر اجازت حدیث اور سلسلۂ قادریہ کی خلافت عطا فرمائی، نیز اپنی تصنیف ''الجوهرة المضية'' کی شرح لکھنے کی پیش کش کی۔ آپ نے دو دن کے مختصر عرصہ میں مکمل کتاب کی شرح لکھ دی، اور اس کا نام ''النيرة الوضية في شرح الجوهرة المضية'' رکھا۔ امام حرم شیخ حسین بن صالح جمل اللیل کے علاوہ شیخ احمد زینی دحلان مکی اور شیخ عبدالرحمٰن سراج نے بھی آپ کو اجازت حدیث عطا فرمائی۔

۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں اپنے چھوٹے بھائی محمد رضا خان اور بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد حامد رضا خان رحمہما اللہ کی معیت میں بارِ دیگر فرائض حج کی ادائیگی کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ کا یہی وہ سفر تھا جس کے قیام کے دوران آپ نے ''الدولة المكية بالمادة الغيبية''، ''كفل الفقيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم'' اور ''حسام الحرمين على منحر الكفر والمين'' جیسی علمی کتابیں بزبان عربی تصنیف فرمائی۔

اس مختصر تمہید کے بعد قارئین کے علم میں یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا خان کی عبقری شخصیت اب برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کی حدود تک ہی محدود نہیں ہے۔ آپ کی شخصیت کے تعلق سے عالمِ عرب میں مخالفین نے جو غلط فہمیاں پھیلا رکھی تھیں، ان کا ازالہ بفضلہٖ تعالیٰ بڑی برق رفتاری سے ہو رہا ہے۔ ذیل میں ہم علماء ازھر کی تحریروں کا خلاصہ بیان کرتے ہیں جو کہ انہوں نے آپ کی یکتائے روزگار شخصیت کے بارے میں لکھا ہے۔

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کے اہم رکن اور الازھر میگزین کے چیف ایڈیٹر، استاذ الاجیال جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد رجب بیومی صاحب آپ کی عظیم شخصیت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''یوں تو ہندوستانی علماء کی اک بڑی تعداد عالمِ عرب میں مشہور و معروف ہے، لیکن اس میں محققِ وقت امام احمد رضا خان کا نام سرفہرست ہے''۔

الازھر یونیورسٹی میں شعبۂ عربی کے ہیڈ، آرگنائزیشن رابطۂ ادب حدیث کے صدر اور ماہنامہ ''الحضارة'' کے چیف ایڈیٹر جناب پروفیسر عبدالمنعم خفاجی صاحب آپ کی تبحر علمی کے بارے

میں لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا کی ذات بحرِ علم تھی، ان کا مطالعہ بہت ہی وسیع تھا، میدانِ تصنیف و تالیف میں ان کی مثال شاذ و نادر ہے''۔

ازھر یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر جناب ڈاکٹر محمد سعدی فرھود رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''امام احمد رضا خان ایسے مسلم مجاھد تھے جو کہ عربی زبان سے اس لئے محبت کرتے تھے کہ قرآن و حدیث کی زبان ہے اور امام احمد رضا خان کا شمار ہندوستان کی ان چند اہم شخصیات میں کیا جاتا ہے جنہوں نے برطانوی استعمار کے زمانہ میں عربی زبان و ادب کے احیاء میں اہم کردار ادا کیا ہے''

الازھر یونیورسٹی میں شعبۂ اسلامیات کے ایک استاذ جناب پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس صاحب آپ کی عربی شاعری کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا خان عربی نہیں تھے، لیکن جب آپ ان کی عربی شاعری پڑھیں گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی کہ ان کے عجمی ہونے کے باوجود ان کی شاعری میں عجمیت کا شائبہ نہیں پایا جاتا، اگر قاری کو یہ معلوم نہ ہو کہ وہ عجمی تھے تو انہیں عربی شاعر گمان کرے گا، جب ہم ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معیاری عربی پڑھنے کو ملتی ہے۔ ان کے دل و دماغ نے ان کی شاعری میں مشترکہ کردار ادا کیا ہے''۔

الجامعۃ الازھر میں شعبۂ اردو کے استاذ جناب ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ صاحب عالمی شہرت کی حامل فاضل بریلوی کی نابغۂ روزگار شخصیت کے تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے علم میں علماءِ عجم کی کوئی بھی اتنی بلند پایہ اسلامی شخصیت نہیں ہے کہ جس کی علماءِ عرب کے درمیان اتنی پذیرائی ہو جتنی کہ امام احمد رضا خان کی ہے''

الازھر یونیورسٹی میں شعبۂ حدیث کے استاذ جناب ڈاکٹر مصطفیٰ محمد محمود صاحب آپ کی کتاب ''محمد خاتم النبیین ﷺ'' پر تقریظ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''ہندوستان کے لاثانی عالم، فقیہِ وقت، محدثِ عصر امام احمد رضا خان کی تصنیف ''محمد خاتم النبیین ﷺ'' باصرہ نواز ہوئی، مصنف نے اس کتاب کی تالیف میں جن مصادر کی طرف رجوع کیا ہے، اس کی فہرست دیکھ کر مؤلف کے وسعت مطالعہ اور تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے، مثلاً انہوں نے مذکورہ کتاب کی تصنیف میں مندرجہ ذیل مصادر کی جانب رجوع کیا ہے ''الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ......علامہ قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی''، ''نسیم الریاض ......علامہ شہاب خفاجی''، ''معاجم طبرانی''، ''دلائل النبوہ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، ......امام بیھقی''، ''دلائل النبوۃ ......ابونعیم اصبھانی''، ''خصائص الکبریٰ، ......جلال الدین سیوطی''، ''تاریخ ابن عساکر ''مراجع کی یہ طویل فہرست اگر کسی شئ پر دال ہے تو وہ ہے مصنف کی تراث اسلامی پر عمیق نظر''۔

﴿سلسلہ وار﴾

معارف اسلاف

ابراھیم دھان مکّی کا خاندان اور فاضل بریلوی

محمد بہاءالدین شاہ*

حضرت شیخ احمد دھان رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد گھر پر حلقہ درس قائم کیا جہاں لاتعداد طالبان علم آپ سے فیض یاب ہوئے۔ آپ تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ علوم کی تعلیم دیا کرتے آپ تصوف کے موضوع پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۰۵ھ) کی تصنیف احیاء علوم الدین کا درس دینے میں شہرت رکھتے تھے۔ چنانچہ دور دراز کے طلباء آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کا درس سماعت کرتے (۴۰)۔ شیخ احمد دھان مکہ مکرمہ کے اہم عالم دین، ولی کامل، زاھد و عابد اور تواضع وانکسار وغیرہ اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور نفلی عبادات میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ آپ کا معمول تھا کہ پانچوں نمازیں مسجد حرام میں ادا کیا کرتے۔ آپ کی دو تصنیفات کے نام معلوم ہوسکے جو یہ ہیں:

(۱) المواھب المکیۃ بفیض العطیۃ، علم تجوید پر ایک جامع کتاب (۴۱) سن تالیف ۱۲۶۰ھ، مکتبۂ حرم مکی میں اس کی دو مخطوطات ۳۸۰۵، ۳۹۸۹ بنام "المواھب المکیۃ فی تعریف تجوید الادائیۃ" و دارالکتب مصریہ قاھرہ میں ایک مخطوط ۶۷ر موجود ہے۔ (۴۲)

(۲) مبسوط الکافی فی العروض والقوافی (۴۳)

شیخ احمد دھان رحمۃ اللہ علیہ سے عرب وعجم کے لاتعداد اہل علم نے استفادہ کیا آپ کے شاگردان میں سے چند اہم نام یہ ہیں:

۱...... امام مسجد حرام، مرشد السالکین و مربی المریدین، علامہ سید صالح حسنی ادریسی زواوی مکی شافعی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۴)

۲...... مسند شام خاتمۃ المحدثین محقق، جامع مسجد نبوامیہ دمشق کے خطیب علامہ سید محمد ابوالنصر خطیب دمشقی شافعی جیلانی شاذلی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۵)

۳...... مسند العصر علامہ سید محمد علی بن ظاہر وتری حسنی نجفی مدنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴۶)

۴...... عالم دیں و مصلح شیخ سلیم بخاری دمشقی۔ (۴۷)

۵...... عارف باللہ علامہ سید ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن شہاب الدین حضرمی رحمۃ اللہ علیہ نزیل حیدر آباد دکن۔ (۴۸)

۶...... علامہ شیخ صالح بن سلیمان بن عبدالستار میمن مہاجر مکی۔ (۴۹)

۷...... عارف باللہ و عالم جلیل شاہ ابوالخیر عبداللہ مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ (۵۰)

۸...... آرہ ہندوستان کے اہل حدیث عالم، فقہ محمدی کے مصنف مولوی ابراھیم آروی (م ۱۳۱۹ھ) مدفون مکہ مکرمہ۔ (۵۱)

۹...... مولوی عبداللہ بایزید پوری (م- ۱۳۲۸ھ) گیا، ہندوستان کے اہل حدیث عالم۔ (۵۲)

﴿جاری ہے﴾

*(ناظم: بہاءالدین ذکریا لائبریری، چکوال)

آپ کا معارف

کلام رضا میں پھولوں کا مشکبار تذکرہ

مولانا غلام مصطفی رضوی *

عاشقوں کے انداز بھی نرالے ہوتے ہیں وہ اپنے محبوب کی اداؤں پر وارفتہ اور فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ انہیں محبوب کی اداؤں سے لگاؤ ہو جاتا ہے، مگر کیا کوئی عاشق ایسا بھی ہوتا جسے اپنے محبوب کے در کے کانٹے، پھولوں سے زیادہ عزیز ہوں؟ ہاں! وہ ذات امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہیں محبوب کے دیار کے کانٹے دامن میں سمونا چاہتے ہیں۔ دیکھو دیکھو وہ کہہ رہے ہیں۔

اے خارِ طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

اردو ادب میں نعت شاعری کی ایک پاکیزہ صنف ہے۔ بہت سے شعراء نے نعتیہ اصناف کا احاطہ کیا ہے اور اپنے عشق کا اظہار بارگاہِ سرورِ کونین ﷺ میں شعری رنگ میں کیا ہے۔ حضرت حسان بن ثابت سے لے کر حسان الہند اعلیٰ حضرت امام احمد رضا تک کے دبستانِ نعت میں محبوب کے عشق کی خوشبو جھلک رہی ہے۔ امام احمد رضا نے نعت مصطفیٰ ﷺ کی مہک سے چمن کے گل و غنچوں کو معطر کر دیا اور عصر حاضر میں ساری دنیا میں کلام رضا کے نغمے روحوں کو مسحور کر رہے ہیں۔

انہیں کی بو ، مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

شاعری کے فن میں پھولوں تشبیہات کے محور ہوتے ہیں مگر حقیقت کے مزرع میں پھولوں کی فصل امام احمد رضا کی شاعری میں سیراب ہوتی نظر آتی ہے۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

❀❀❀

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

❀❀❀
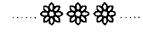
جب صبا آتی ہے طیبہ سے ادھر کھلکھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نکل کر باہر رخِ رنگین کی ثناء کرتے ہیں

❀❀❀
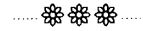
وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مدینہ طیبہ کی فضا کی خوشبو اور ذروق کے دیدار کو امام احمد رضا گل و نرگس سے باور کرا رہے ہیں۔ خواہش کا اہتمام تمنا کا تخلی ملاحظہ ہوں۔

نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی
قضا نے لا کے قفس میں شکستہ بال کیا

طیبہ سے دور رہ کر کھلنے والے شگفتہ پھولوں کو طیبہ سے نسبت رکھنے والے صحرا کی جستجو و خواہش بے چین کیے ہوئے ہیں امام

*(رکن نوری مشن-مالیگاؤں، انڈیا)

﴿بشکریہ ماہنامہ رموز برطانیہ، جولائی ۲۰۰۳ء﴾

احمد رضا اسی تڑپ کا اظہار اس طرح کر رہے ہیں۔

چرچے ہوتے ہیں یہ کمہلائے ہوئے پھولوں میں
کیوں یہ دن دیکھئے، پاتے جو بیابانِ عرب

❀❀❀

باغ میں شکرِ وصل تھا ہجر میں ہائے ہائے گل
کام ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یوں

پھول مسرت اور خوشبو کا محور ہوتے ہیں مگر امام احمد رضا اس گل رسالت کی خوشبو کا تذکرہ کر رہے ہیں جس کے آگے سنبل و نرگس اور چھپا و گلاب کی نکہت ماند ہے۔ وہ سرورنکہت پسینۂ مصطفےٰ ﷺ میں رچی ہے۔ اپنے شعر میں امام احمد رضا کتنے حسین انداز میں محبوب کے پسینۂ مبارک کی عطر بیزی سے چمنِ نعت کو مہکا رہے ہیں۔

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

امام احمد رضا نے پھولوں کے جھرمٹ میں ایک بزمِ نعت پھولوں سے آراستہ کی اور قوافی میں گلوں کے اہتمام کا التزام اس طرح کیا ہے۔

جنت ہے ان کے جلوہ سے جو یائے رنگ و بو
اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوالِ گل

❀❀❀

سرتابقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اردو کے ساتھ فارسی زبان میں بھی سخن دانی و شاعری کی ہے۔ آپکی فارسی اشعار میں بھی گلوں کی نزہت شعری حسن کے ساتھ ساتھ حقیقی معنوی رنگ کو دوبالا کرتی ہے۔

جوئے خون نرگس چہ ریزد گر بچشماں نرگسی
بوئے خوں از گل چہ خیزد گر بہ تن ریحان توئی
ہر دو ریحانِ نبی گلہائے توزاں گل زمیں
بہرِ گل چنیت زمینِ باغ برتر آمدہ

جانِ عالم ﷺ کے نور سے سارا عالم منور و روشن ہے۔ پھولوں کے گلستاں، سوسن و یاسمن، بنفشہ و سنبل و نسترن، سرو و لالہ کے چمن میں اسی محبوب ﷺ کے جلوۂ زیبا کی مہک ہے جن کی مدحت میں امام احمد رضا یوں نغمہ سرا ہیں۔

یہ سمن یہ سوسن و یاسمن یہ بنفشہ سنبل و نسترن
گل و سرو ولالہ بھرا چمن وہی ایک جلوہ ہزار ہے

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب ﷺ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ کلام عظیم میں حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "ورفعنالك ذكرك" اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (پارہ:۳۰، سورۃ انشراح، آیت:۴)

صرف انسان ہی نہیں بلکہ کل مخلوقات حضور ﷺ کے ذکر میں سرشار ہو کر محبوب کبریا ﷺ کی ثنا خوانی کر رہی ہے۔ ذکر سرکار ﷺ میں کھو کر ملائکہ کے سردار حضرت جبرئیل باغِ طیبہ میں نغمہ ریزی کر رہے ہیں۔

چمنِ طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغِ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبلِ شیدا ہوکر

❀❀❀

گلِ طیبہ کی ثنا گاتے ہیں
نخلِ طوبیٰ پہ چہکنے والے

حضرت رضا محبوب کے گلزار سنبل کی عظمت بتاتے ہیں کہ حورانِ خلد اپنے بالوں کو گلستانِ مدینہ کے سنبل پر قربان کر رہے ہیں کہ اسے جان جاناں ﷺ کے در سے نسبت ہے۔

چمنِ طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکنِ ناز پہ وارے گیسو

❀❀❀

گل مست شد از بوئے تو ، بلبل فدائے روئے تو
سنبل نثارِ موئے تو ، طوطی بیادت نغمہ خواں

مدینہ منورہ کی فضا کا خیال گلشن بہار سے برتر ہے اور ہوائے مدینہ دلوں کی کلیوں کو کھلا رہی ہے۔ کلامِ رضا میں گلوں کے جلووں پر مزید چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

صرصرِ دشتِ مدینہ کا مگر آیا خیال
رشکِ گلشن جو بنا غنچۂ دل وا ہوکر

❀❀❀

ہے گلِ باغِ قُدس رخسار زیبائے حضور
سرو گلزارِ قِدم قامت رسول اللہ کی

❀❀❀

جوششِ ابر سے خونِ گلِ فردوس کرے
چھیڑ دے رگ کو اگر خارِ بیابانِ عرب

❀❀❀
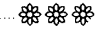
ٹپکتا رنگِ جنوں عشقِ شہ میں ہر گل سے
رگِ بہار کو نشتر رسیدہ ہونا تھا

❀❀❀
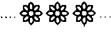
صَبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھُول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثناء میں کھلے رضؔا کی زبان تمہارے لیے

❀❀❀

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

❀❀❀

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

سلطان اولیاء حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ عالی مرتبت میں جب امام احمد رضا نذرانہ پیش کرتے ہیں تو بارگاہِ غوثیہ کے گلستان اور خانقاہ برکاتیہ کے نیّر تاباں کی جناب میں یوں لب کشا ہوتے ہیں۔

گلستاں زار تیری پنکھڑی ہے
کلی سو خلد کا حاصل ہے یا غوث

❀❀❀

چوں گلِ آلِ محمد رنگِ حمزہ بر فروغت
بوئے آلِ احمد اندر باغِ عرفاں آمدہ

عشقِ رسول اللہ ﷺ ایمان کا جوہر ہے۔ جس سے مسلمانوں کو عاری کرنے کیلئے انگریزوں نے منصوبہ بنایا اسلامی حلیے میں پنہاں گروہ تیار کیئے اور جانِ کائنات ﷺ کی شان اقدس میں توہین کروائی تو اللہ عزوجل نے دینِ حق کی حفاظت اور محبت رسول ﷺ کی ترویج کے لیے امام احمد رضا کو پیدا کیا۔ امام احمد رضا نے ساری زندگی جانِ جاناں ﷺ کی محبت کا درس دیا اور یادِ محبوب ﷺ میں لیل و نہار کے لمحات گزارے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا عاشقان مصطفیٰ ﷺ کے جھرمٹ میں پھولوں کی رعنائی سے مسحور باغ جنت میں سحر بیانی کر رہے ہیں اور قیامت تک محمد رسول ﷺ کی دولت بانٹ رہے ہیں۔

یہی کہتی ہے بلبلِ باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہُدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رضا کی قسم

❀❀❀

گونج گونج اٹھے ہیں ''نغماتِ رضا'' سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

بلبل باغ مدینہ کی نغمہ سنجی آج بھی دلوں کے خوابیدہ تاروں کو چھیڑ کر گل نعت کی خوشبو سے مہکا رہی ہے۔ نغمات طیبہ سے وادیٔ طیبہ کی ثنا میں دلوں کی وارفتگی مل رہی ہے۔

اے رضا جانِ عنا دل ترے نغموں کے نثار
بلبلِ باغِ مدینہ تیرا کہنا کیا ہے!

❀❀❀

آپ کا معارف

اپنے دیس............ بنگلہ دیس میں

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

ڈھاکہ چٹا گانگ گرینڈ ٹرنک روڈ کی تعمیر سے چٹا گانگ اور ڈھاکہ کے درمیان راستہ ریل کے سفر کی بہ نسبت کم ہوگیا ہے۔ لیکن سیلابی پانی کے ریلوں اور سخت بارشوں کے سبب بعض جگہوں پر سڑکوں کو نقصان پہنچا تھا اور سڑک سنگل ٹریک ہونے کے سبب بس کچھ تاخیر سے پہنچی۔ جب بس چٹا گانگ شہر قلعہ روڈ پر اپنے اڈّے پر پہنچی تو اس وقت بہت شدید بارش ہو رہی تھی۔ ڈھاکہ سے چٹا گانگ سفر کے دوران تمام راستے (بلکہ ڈھاکہ ایئر پورٹ پر اترنے کے بعد ہی سے) منتظمین انجمنِ عاشقانِ مصطفیٰ سے ڈاکٹر بخاری صاحب کے موبائل ٹیلیفون (نمبر 018-174036) پر برابر رابطہ رہا۔ بخاری صاحب نے راقم سے کئی باران احباب سے بات کروائی جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی سید امین السلام ہاشمی مدظلہ العالی، مولانا قاضی سید شاہد الرحمٰن ہاشمی زید مجدہٗ مولانا حافظ انیس الزمان زید مجدہٗ، مولانا بدیع العالم رضوی صاحب زید عنایتہ، ودیگر حضرات گرامی۔ غرض کہ ان حضرات کو ہمارے پہنچنے کی وقفہ وقفہ سے خبر مل رہی تھی، جب ہم لوگوں کی بس چٹا گانگ شہر کے مضافات میں داخل ہوئی تو ڈاکٹر سید ارشاد بخاری صاحب ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ رننگ کمنٹری کر رہے ہوں کہ ہر پندرہ منٹ کے بعد فرماتے اب ہم لوگ سیتا کونڈا پہنچ گئے، اب شپ بریکنگ روڈ پر ہیں، اب ہم لوگ آگرہ باد میں داخل ہونے والے ہیں۔ اس وقت ٹائیگر پاس کے قریب ہیں جی ہاں! اب پہاڑتلی سے گزر رہے ہیں اور بس اب پندرہ منٹ میں اسٹینڈ پر پہنچنے ہی والے ہیں، آپ لوگ قبلہ مولانا سید وجاہت رسول قادری مدظلہ العالی کے استقبال کیلئے بس اسٹینڈ پر موجود رہیں اور دیکھئے گاڑی بالکل تیار رہے کہ حضرت بہت تھکے ہوئے ہیں ان کو فوراً علامہ سید امین الاسلام ہاشمی کے دولت کدہ پر لے جایا جائے تاکہ حضرت کچھ دیر آرام فرما کر پھر نہا دھو کر تروتازہ ہو کر جلسہ گاہ جمیعۃ الفلاح مسجد آڈیٹوریم ہال، دام پاڑہ پہنچ سکیں، وغیرہ۔

یہ عزیزی ڈاکٹر بخاری صاحب کی اس فقیر سے والہانہ اور پرخلوص محبت تھی کہ انہوں نے اس ناچیز کو ایسے خطابات سے نوازا کہ جن کا نقل کرنا فقیر یہاں مناسب نہیں سمجھتا کہ و مبالغہ اور خودستائی ہوگی۔ ادھر استقبال کرنے والے حضرات گذشتہ ۴ گھنٹوں سے جس بے تابی اور والہانہ شوق کے ساتھ راقم کی آمد کا انتظار فرما رہے تھے وہ بھی ڈاکٹر بخاری صاحب کے مکالمے سے ظاہر ہو رہا تھا اور جب ناچیز چٹا گانگ بس اسٹینڈ پر اترا تو ان کے شگفتہ چہروں اور ان کے بے تابانہ عملی مظاہرے سے بھی اس کا مشاہدہ ہوا۔ بارش میں بھیگے ہوئے ان مخلصین و محبینِ غوث و رضا (علیہما الرحمہ) نے فقیر کو اپنے

بازوؤں میں لے لیا، چاروں طرف سے چھتریاں ناچیز کے سر پر ڈالدی گئیں کہ مبادا یہ بھیگ نہ جائے، پھولوں کے ہار اور گلدستوں سے فقیر کا دامن بھر دیا گیا۔ کوئی عاشقانہ اداؤں کے ساتھ معانقہ کر رہا تھا، کوئی دست بوسی اور پابوسی کر رہا تھا، ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اپنے کندھوں پر اس گنہگار کو اٹھالیں، احقر حیران ہو ہو کر استغفار پڑھتا جا رہا تھا کہ یہ نہ عالم، نہ فاضل، ایک ناکارہ و گنہگار اس اعزاز اکرام کے قابل تو نہیں لیکن یا اللہ یہ یقیناً تیرا فضل و کرم ہے کہ جو تو نے ایک عاشقِ رسول ﷺ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے مشن کی خدمت اور ماہر رضویات مسعودِ ملت، علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد حفظہ اللہ الاحد کی ہم نشینی کے طفیل تو نے اس ننگِ خلائق پر فرمایا ہے۔ تیرا شکر کس زبان سے ادا ہو۔ تجھی سے التجا ہے تو اس ناچیز کو شکر کا سلیقہ عطا فرما اور وارثِ العلوم رسول ﷺ، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کے علمی اور روحانی ورثہ کی حفاظت کیلئے صحیح آداب و طریقہ القاء فرما، اور اخلاص کی دولت کے ساتھ ساتھ قوت و ہمت و وسائل اس فقیر کو اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کی پوری ٹیم کو مہیا فرما۔ (آمین)

بس اسٹینڈ پر جن حضرات گرامی نے فقیر کا استقبال کیا (جن کے نام فقیر کو یاد رہ گئے ہیں) وہ یہ ہیں:

(۱) فاضل نوجوان حضرت مولانا قاضی سید شاھد الرحمٰن ہاشمی صاحب ابن حضرت علامہ مفتی قاضی سید امین الاسلام ہاشمی مدظلہٗ

(۲) حضرت مولانا نظام الدین رضوی صاحب، جنرل سکریٹری اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن، مدینۃ الاولیاء، چٹاگانگ۔

(۳) حضرت مولانا اسمٰعیل رضوی صاحب
رکن اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن

(۴) حضرت مولانا انیس الزمان صاحب،
نائب صدر اعلیٰحضرت فاؤنڈیشن واستاذ جامعہ احمدیہ سنیہ، عالیہ سولہ شہر

(۵) حضرت مولانا بدیع العالم رضوی صاحب،
پرنسپل جامعہ طیبیہ اسلامیہ سنیہ فاضلیہ حوالی شہر، وصدر رضا اسلامک اکادیمی، چٹاگانگ۔

(۶) حضرت مولانا قاضی سید صادق الرحمٰن ہاشمی صاحب ابن حضرت علامہ مفتی قاضی سید امین الاسلام ہاشمی صاحب حفظہ اللہ الباری۔

(۷) حضرت مولانا قاضی سید عاشق الرحمٰن ہاشمی ابن حضرت مولانا مفتی قاضی سید امین الاسلام ہاشمی صاحب مدظلہ، رکنِ انجمن عاشقان مصطفیٰ ﷺ، بنگلہ دیش مع چند دیگر عہدیداران حفظھم اللہ تعالیٰ

تیز بارش جاری تھی، ہمیں بتایا گیا کہ شہر کے اطراف اور زیریں علاقہ میں کافی پانی جمع ہو گیا ہے اور ہر طرف سیلاب کا سماں ہے۔ مون سون کے موسم میں بنگلہ دیش میں یہی حال ہوتا ہے۔ راقم کو تقریباً ۴۰/۴۲ سال بعد بنگال کا یہ موسم دیکھنے کا موقع ملا، ہر سال یہاں موسم برسات میں بارش اور سیلاب سے کافی جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے۔ چٹاگانگ چونکہ ملک کا پہاڑی علاقہ ہے اس لئے بارش کے رکتے ہی خاصہ پانی سمندر میں بہہ جاتا ہے لیکن ملک کے دیگر علاقوں خصوصاً ڈھاکہ اس کے اطراف اور جنوبی بنگلہ دیش میں بہت تباہی ہوتی ہے۔ پھر ایسے موقع پر ہندوستان فرخا بیراج سے سیلابی پانی وافر مقدار میں خارج کرتا ہے جس سے بنگلہ دیش کا وسیع علاقہ زیر آب آ جاتا ہے اور نقصان کی شدت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بنگلہ دیش اور پاکستان کو ہندوؤں، مشرکوں اور یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین ﷺ

﴿جاری ہے﴾

خواتین کا معارف

اسلام اور عورت

(قرآنی آیات کی روشنی میں)

علامہ سید سعادت علی قادری

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ مَعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن ط

عورت بمقابلہ مرد جسمانی طور پر کمزور ہے، یہ حقیقت ہے جس کا انکار زبانی کیا جائے، تو کیا جاسکتا ہے، لیکن عملی طور پر یہی ثابت ہے اسی لئے ہر دور میں عورت، مرد کی ناانصافیوں، جبر اور ظلم و ستم کا شکار رہی ہے، مرد نے عورت کو کبھی تو گھر کی لونڈی اور باندی گردانا کبھی اپنی وراثت بنایا کبھی اسے حق ملکیت سے محروم رکھا، کبھی اسے اپنی عزت پر داغ و دھبہ سمجھ کر زندہ دفن کیا اور کبھی عیش و عشرت اور عیاشی کا پتلا بنا کر، محفلوں میں نچایا، ہمارے دور میں بھی یہ صنف نازک کچھ کم مظلوم نہیں۔ مرد نے اس پر، ترقی و فیشن کا ایسا جادو چلایا، کہ وہ رات کو سکون کی نیند اور دن کے چین سے محروم ہے، اس کی عزت و آبرو اور عصمت تار تار ہے اس کے جسم پر پورا لباس تک نہ رہا اس کا حسن سب سے زیادہ ارزاں اور سستا ہوگیا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مرد نے اس پر اپنی ذمہ داری کا بھی بوجھ ڈال کر زندگی کی صعوبتیں جھیلنے کے لئے تنہا چھوڑ دیا، اور اب عورت کا مقصدِ زندگی اس کے سوا کچھ نہ رہا کہ وہ دن بھر اپنے اور بچوں کے لئے روزی کمائے، دفتروں، دکانوں، کارخانوں میں نوکری کرے، بقیہ وقت وہ گھریلو کام کرے اور رات کو مردوں کو تسکین کے لئے کلبوں میں ناچے اور عیاش مردکی للچائی ہوئی نظروں کا شکار بنے، یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ''عورت بمقابلہ مرد کمزور'' ہے۔

اسلام، کمزوروں کو سہارا دینے ان کے حقوق کی حفاظت کا ضامن ہے پس اس نے عورت کے لئے ایسے احکام و قوانین وضع کیئے جو اسے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھتے، اور اسے باعزت و پرسکون زندگی مہیا کرتے ہیں۔

اسلام اور عورت:

اسلام نے عورت کو شمعِ محفل نہیں، بلکہ گھر کی ملکہ و مالکہ قرار دیا، اسے عزت نفس دی، اس کی عزت و عصمت کو قیمتی ترین دولت قرار دیا، جس کی حفاظت کے لئے اسے گھر کی چہار دیواری میں رہنے کا حکم دیا، اس کے حسن کو بیش بہا موتی قرار دیا، جس کو ہر ایرے غیرے کی نظر سے محفوظ رکھنے کے لئے پردے کا حکم دیا، اس کے قدم کو گھر کے لئے باعث برکت اور وسعت رزق کا ذریعہ قرار دیا۔ ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کے رشتوں میں منسلک کر کے اس کا تقدس بحال کیا، اس کی گود، قوم کی اولین تربیت گاہ بنائی۔ مرد کو عورت کے لوازم زندگی فراہم کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ غلط روی سے بچانے اور اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے مرد کو اس پر حاکم کی حیثیت دی اور ان حکام کو عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ، کرنے کا پابند بنایا۔ اسلام کا

* (مبلغ اسلام، مشہور عالم دین اور صاحب تصانیف)

عورت پر یہ احسان ہے کہ اسے زندگی کی الجھنوں سے آزاد کرنے کے لئے مرد کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا۔ زندگی کے نشیب و فراز کی فکر مردوں کا کام ہے صنف نازک پر یہ بوجھ نہیں ۔ اسلام کی نظر میں عورت حسن و جمال کا وہ پیکر ہے جس کی ناز و نعم کے ساتھ پرورش کرنا مردوں کی ذمہ داری ہے غرضیکہ اسلام عورت کو ہر اعتبار سے عیش و آرام اور سکون کی زندگی مہیا کرتا ہے۔

عورت کے ساتھ معروف کا حکم:

معروف یعنی ''اچھا برتاؤ'' قرآن کریم عورتوں کے ساتھ بار بار معروف کا حکم دیتا ہے، درج ذیل آیات پر غور فرمایئے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ص وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ ط وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ o

''اور ان (عورتوں) کے حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان (عورتوں) پر دستور کے مطابق البتہ مردوں کو، ان (عورتوں) پر فضیلت ہے اور اللہ عزت والا حکمت والا ہے (پ۲، البقرہ، ۲۲۸)

معروف ، سے مراد یہاں قانون شریعت ہے جو سب سے زیادہ اچھے برتاؤ کا ضامن ہے ۔ یہ آیت عورتوں اور مردوں کے باہمی حقوق وفرائض اور ان کے مراتب کے بیان میں شرعی ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے، کہ عورتوں کے ساتھ معروف کا حکم اس لئے دیا جارہا ہے کہ عورت بھی انسان ہے۔ مرد پر اس کے حقوق اسی طرح عائد ہوتے ہیں جس طرح اس پر مرد کے حقوق ہیں اگر چہ مرد اپنی زیادہ ذمہ داریوں اور عورت کی فطری کمزوری کے باعث عورت پر فضیلت رکھتا ہے، جیسا کہ دوسری جگہ مزید ارشاد ہوا:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ط

''مرد محافظ و نگران ہے عورتوں پر، اس لیے فضیلت دی ہے اللہ نے مردوں کو عورتوں پر اس وجہ سے کہ مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں میں سے (عورتوں کی ضرورت و آرام کے لئے)'' (پ۵، النساء، ۳۴)

قوّام ، ضروریات زندگی مہیا کرنے والے، حفاظت کرنے والے، اصلاح کرنے والے کو کہتے ہیں چونکہ عورت کا خالق، اللہ رب العزت سب سے زیادہ جاننے والا ہے، کہ عورت پیدائشی طور پر اس قدر کمزور ہے کہ اس کے لئے زندگی کا سارا بوجھ تنہا اٹھالینا ممکن نہیں جبکہ مرد ہر اعتبار سے قوی اور طاقتور ہے لہٰذا خالق رحیم و کریم نے احسان فرمایا کہ مرد کو اس کا معاون و مددگار مقرر کیا اور اسے عورت پر فضیلت و برتری کا منصب عطا فرما کر قوّام کا مرتبہ دیا، تا کہ وہ عورت کے تعاون کو اپنی ذمہ داری جانے اور اسے پورا کرنے میں تساہل نہ کرے نیز مرد و عورت کو اس اعتبار سے ''مثل'' برابر قرار دیا کہ اگر عورت پر مرد کے حقوق ہیں تو مرد پر عورت کے حقوق بھی ہیں مرد عورت کے ساتھ جو کچھ کرتا ہے وہ اس پر بطور احسان نہیں کرتا بلکہ اس کے حقوق ادا کر کے اور اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے۔ مرد کو عورت پر جو برتری اور فوقیت حاصل ہے اس کا تعلق صرف اِس زندگی اور دنیا کے ظاہری نظام سے ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کوئی اعتبار نہیں اس طرح کہ اللہ کی طرف سے حکم عدولی کی سزا، یا اطاعت کی جزا سب کیلئے ایک جیسی ہے کافر مردوں کے لئے جہنم ہے تو کافر عورتوں کیلئے بھی اور مومن مردوں کے لئے جنت ہے تو مومنہ عورتوں کیلئے بھی، عبادات کا جو ثواب مردوں کے لئے وہی عورتوں کیلئے بھی، اعمالِ صالحہ کی جو برکتیں مردوں کے لئے ہیں وہی عورتوں کیلئے بھی، بلکہ بعض روایت سے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بمقابلہ مردوں کے عورتوں کی دعا جلد قبول فرماتا ہے۔

﴿جاری ہے﴾

طلباء کا معارف

دینی تعلیم کا نظام

اور اسکی غرض وغایت واھمیت

﴿پہلی قسط﴾

علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ

زیرِ نظر مقالہ حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ نے بحیثیت صدر تنظیم المدارس پاکستان، ادارۂ منصوبہ سازی، پاکستان، اسلام آباد کے تحت منعقدہ ''دینی تعلیم'' کے ایک سیمینار میں پڑھا تھا۔ اس سیمینار میں ملک بھر سے ہر طبقۂ فکر کے جید علمائے دین، اسکالرز، دانشور جدید مغربی تعلیم کے ماہرین اور سرکاری وزراء اور افسران شریک تھے۔ اس مضمون میں جس تحقیق، نظم وضبط، حسنِ بیان اور جامع الکلمی کے ساتھ دینی تعلیم کے نظام، اس کے اغراض ومقاصد اور اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے اس کو سیمینار میں موجود ہر طبقۂ فکر کے شرکاء نے سراہا۔ اس کو پہلی بار جامعہ نظامیہ لاہور نے آج سے تقریباً ۲۰ سال قبل کتابچے کی شکل میں ''دینی تعلیم علمائے دین کی نظر میں'' کے عنوان سے نہایت محدود تعداد میں شائع کیا تھا۔ علمی حلقوں میں اس کی افادیت کے پیشِ نظر ''معارفِ رضا'' کے صفحات میں دوبارہ اسے قسط وار شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

سب سے پہلے میں ادارہ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی (Institute of Policy Making) کے ذمہ دار حضرات کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے دینی تعلیم اور اس کے نظام کو قابل التفات قرار دیتے ہوئے اس کو موضوعِ سخن بنایا جس سے حاضرین کو کم از کم دینی تعلیم کے نظامِ تدریس سے تعارف ہوگا اور ان کی معلومات میں اضافہ ہوگا، اس لحاظ سے میں ان کا شکر گزار بھی ہوں کہ انہوں نے مجھے بھی اس مجلس میں شرکت کا موقع فراہم کیا۔

اگر چہ دینی تعلیم سے متعلق چند استفسارات کا جواب معلوم کرنے کے لیے یہ مجلس منعقد کی گئی ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بعض استفسارات غلط مفروضہ پر مبنی ہیں اور بعض قابلِ غور بھی ہیں۔ تاہم دینی تعلیم سے متعلق کسی بھی سوال و جواب سے قبل علم دین کی تعریف وتقسیم، اس کا موضوع، طریقۂ ونظامِ تعلیم اور اس کے اغراض ومقاصد کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ خلطِ مبحث نہ ہونے پائے۔ اس لئے مقالہ میں ان امور کو مختصر انداز میں بیان کرنے کے بعد اس کی تعلیم سے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ نیز آخر میں کچھ اعترافات اور ان کے متعلق تجاویز پیش کی جائیں گی۔

تعریف:

چونکہ علمِ دین کی ترکیب اضافی ہے اسلئے اس کی تعریف، اس کے دونوں جزؤں کی معرفت سے حاصل ہوگی اور یہ بات بھی واضح ہے کہ مضاف کا تعین مضاف الیہ کی تعریف وتعین پر موقوف ہے اس لیے پہلے مضاف الیہ یعنی دین کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔

دین سے مراد، دینِ اسلام ہے چونکہ یہ دین انسان کی دنیاوی واخروی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے بیان کردہ طریقہ کا نام ہے اسی لئے یہ دین انسان کی دونوں زندگیوں سے متعلق

اُمور پر بحث کرتا ہے، یہ امور جسمانی ہوں، روحانی یا عقلی ہوں، شخصی ہوں یا اجتماعی، پھر یہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے متعلق، دین اسلام ان سب امور پر مشتمل ہے۔

علمِ دین کی ترکیب میں علم اپنے معلوم کی طرف مضاف ہے ظاہر ہے کہ معلوم یعنی دین میں جو وسعت ہوگی وہی وسعت اس کے علم میں بھی ہوگی۔

تقسیم:

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان دو قوتوں یعنی (۱) قوتِ نظریہ اور (۲) قوتِ عملیہ کا حامل ہے قوتِ نظریہ کی بنا پر وہ موجودات میں غور وفکر کرتا ہے اور قوتِ عملیہ کے ساتھ قوت نظریہ سے حاصل کردہ نتائج کے پیش نظر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اسی طرح کائنات کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جس کے وجود میں انسانی قوت وارادہ کو دخل نہیں ہے۔ کائنات کی یہ قسم موجوداتِ خارجیہ سے موسوم ہے، اس کی دوسری قسم جس کے وجود میں انسانی قوت وارادہ کا دخل ہے، جن کو اعمال وافعال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انسان کی قوتِ نظریہ کا تعلق موجودات سے ہوتا ہے اور اس کی قوتِ عملیہ کا تعلق اعمال وافعال سے ہے۔

لہٰذا کائنات سے متعلق انسان کو دو فکر یعنی نظریات و عملیات حاصل ہوئے، ان دو فکروں کی تقسیم سے علومِ دینیہ کے اقسام حاصل ہوں گے۔ نظریات سے (۱) علومِ نظریہ اور عملیات سے (۲) علومِ عملیہ حاصل ہوں گے۔

نظریات:

نظریات میں سے بعض یقینی اور بعض ظنّی ہیں۔ نظریاتِ یقینیّہ کو اعتقادیات اور ایمانیات کہا جاتا ہے جن سے علم الکلام بحث کرتا ہے اور نظریاتِ ظنّیہ سے بحث کرنے والا علم فلسفہ وحکمت ہے پھر طبعیات اور مابعدِ طبعیات کے لحاظ سے فلسفہ کی دو قسمیں علم الطبعی اور علم الالٰہی ہیں جن میں سے ہر ایک کی تین تین انواع ہیں۔

عملیات:

عملیات میں سے بعض کا تعلق شخصِ واحد سے ہے اور بعض کا تعلق جماعت سے ہے۔ عملیاتِ شخصیّہ اگر وجدانی ہوں تو ان کو تصوّف کہا جاتا ہے اور اگر ان کا تعلق جوارح سے ہو تو ان کو عبادت سے تعبیر کرتے ہیں۔

جن عملیات کا تعلق جماعت سے ہے، اعمال وافعال کی نوعیت کے لحاظ سے ان کے مختلف اقسام ہوں گے۔ مثلاً اگر یہ افعال مالی امور سے متعلق ہوں تو پھر ان کے تمام فریق زندہ ہوں تو ان کو معاشیات اور اگر ایک فریق میّت ہو جس کے مال کی تقسیم کی جائے تو اس کو فرائض ومیراث کہا جاتا ہے اور یہ اعمال ازدواج سے متعلق ہوں تو مناکحات ہیں اور اگر معاشرہ سے متعلق ہوں تو معاشرتی علوم، اگر لڑائی جھگڑے کے بارے ہوں تو مخاصمات، حکّام اور رعیت سے متعلق ہوں تو ان کو سیاسیات کا نام دیا جاتا ہے۔

پھر یہ سیاسیات داخلی ہوں تو ان کو امارۃ، قضا اور زواجر یعنی تعزیرات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر سیاسیات خارجی امور سے متعلق ہوں تو ان کو سِیَر و جہاد کہا جاتا ہے، نظریات وعملیات کے ان تمام اقسام کا نام دین ہے۔

پھر ان نظریات وعملیات سے متعلق بعض ایسے امور بھی ہیں جو ان میں حسن وخوبی پیدا کرتے ہیں ان کو آداب کہا جاتا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جو ان کے ادراک وفہم اور عمل میں معاون بنتے ہیں۔ اگر وہ معاون لفظی ہوں تو صرف، نحو، لغت اور بلاغۃ اور اگر عقلی

ہوں تو منطق اور اگر یہ امور ان نظریات وعملیات کے لئے عملی معاون ہوں تو یہ سیرت و تاریخ کہلاتے ہیں۔

چونکہ ان تمام نظریات وعملیات اور معاون- کا مآخذ و مصدر۔قرآن وحدیث ہیں،اس لیے ماخذ ہونے کی حیثیت سے ان سے بھی بحث ضروری ہے پھر ان سے اخذ واستنباط کے اصول وقواعد کو جاننا بھی ضروری ہے اس لیے اصولِ تفسیر،اصولِ حدیث،اصولِ فقہ کا حصول بھی ضروری ہے۔سامعین حضرات پر واضح ہوگیا کہ علوم دینیہ کا یہ نظام آپس میں کس طرح مربوط ہے۔

موضوع:

تیس کے قریب یہ عنوانات علمِ دین کا موضوع ہیں۔ان میں سے عملیات کے چھ عنوان کو فقہ سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ طب اور ریاضی کے بعض اقسام نیز مناظرہ کو بھی دینی تعلیم میں شامل کرلیا جائے تو یہ تعداد مزید بڑھ جائے گی۔

دینی تعلیم کا دائرہ:

دینی تعلیم چونکہ علومِ دینیہ سے متعلق ہے لہٰذا اس تعلیم کا دائرہ کار جملہ علوم دینیہ کو محیط ہوگا۔جن کی تعداد حسب ذیل ہے:

صرف،نحو،لغت،بلاغۃ (معانی،بیان اور بدیع) منطق وفلسفہ (کی دو قسمیں جو مجموعی طور پر چھ انواع پر مشتمل ہیں) کلام،فقہ،اصولِ فقہ، حدیث،اصولِ حدیث،تفسیر،اصولِ تفسیر،سیرت وتاریخ،فرائض، تصوف،طب،مناظرہ،ہیئت،ہندسہ،بیس (۲۰) سے زائد ان علوم کی تعلیم مدارس دینیہ میں دی جاتی ہے۔جبکہ لسانیات میں سے عربی فارسی اور اردو کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ حفظِ قرآن،تجوید قرآن بھی مدارسِ دینیہ کی معروف تعلیم ہے جبکہ داخلہ کے وقت طالب علم کم ازکم پرائمری تک ضرور پڑھا ہوتا ہے اس سے واضح ہوگیا کہ مدارس دنیہ میں طالب علم کو کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

واضع:

چونکہ ان تمام علوم کا منبع ومصدر،قرآن کریم ہے اور قرآن منزل من اللہ ہے لہٰذا ان علوم کا واضع اللہ تعالیٰ جلّ وعلیٰ ہے۔

معلّم اول:

ان علوم کی تعلیم خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ کتبِ احادیث میں ان تمام عنوانات کے تحت احادیث موجود ہیں۔

غرض وغایت:

قوّتِ نظریہ وعملیہ سے متعلق حسن وکمال اور ضرر وفساد کو پہچان کر ان دونوں قوتوں کو فساد سے محفوظ اور فضائل سے مزین کرنا۔ تاکہ انسان اپنے فکر وعمل میں حق وباطل کی صحیح پہچان کرکے احقاقِ حق وابطالِ باطل کے ذریعہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تحفظ کرسکے اور دنیا وآخرت کی سعادت مندیوں سے بہرہ ور ہوسکے۔

مقاصد:

تفقہ فی الدین کی اجتہادی قوت حاصل کرنے کے لیے قرآن وحدیث کی تشریحات سے متعلق اسلاف کی تحقیقات کو سمجھنے کا ملکہ اور استعدادِ تام حاصل کرنا۔

۲-حق کے دفاع کے لیے ایسی فورس تیار کرنا جو تعلیم دین کے ساتھ ساتھ اس کی بقا وتحفظ کے لئے ایثار وقربانی اور مشکلات و پریشانی کے تحمل کا خوگر بن سکے تاکہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جہاد میں مصائب وآلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے ثابت قدم رہ سکے۔ (باقی آئندہ)

بچوں کا معارف

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

ترتیب وپیشکش: سید وجاہت رسول قادری

پیارے بچو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج کی محفل میں ہم سیدنا محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء ﷺ کی مبارک ذات کے متعلق گفتگو کریں گے۔

عزیز بچو! اللہ رب العزت کی جانب سے ہر رسول کسی نہ کسی خاص قوم کی جانب بھیجے گئے، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام قوموں کے لئے ہر زمانے اور ہر مقام و جگہ کے لئے مبعوث فرمایا اوران کے بعد نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم کردیا۔ اس لئے آپ ﷺ ''خَاتَمَ النَّبِیّین''یعنی سب سے آخری نبی ہیں۔ اوران کے بعد قیامت تک اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ قرآن شریف میں اللہ بزرگ وبرتر نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (سورۃ ۳۳-آیت ۴۰)

''ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے''

خود حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ قیامت کے قریب حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے مگر وہ بھی ہمارے پیارے رسول ﷺ کی شریعت پر عمل فرمائیں گے، اوراسی کے مطابق فیصلے کریں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ساتویں آسمان پر موجود ہیں۔ سید عالم خاتم النبیین ﷺ کے بعد اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ ہرگز مسلمان نہیں بلکہ وہ جھوٹا اور کافر ہے۔ ہمارے آقا ومولیٰ ﷺ کی حیات ظاہری مین اور پھر اس کے بعد سے اب تک متعدد جھوٹے مُدّعیانِ نبوت (جھوٹی نبوت کے دعویدار) پیدا ہوئے۔ سب سے پہلا مسلیمہ کذّاب تھا اور موجودہ دور میں مرزا غلام قادیانی کذّاب تھا۔ ملکِ ایران میں بہاء الدین نامی ایک شخص نے بھی جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ ان دونوں کے ماننے والے یعنی قادیانی اور بہائی بلاشک وشبہ تمام کافر ہیں۔

بچو! اسی طرح علماء دیوبند اور وہابی علماء سے وابستہ کچھ وہ لوگ بھی کافر قرار پائے جنہوں نے یہ کہا (اور اپنی کتابوں میں لکھ کر اسے شائع کیا) کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا ہے اور اس سے حضور اکرم ﷺ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا (معاذ اللہ)، دراصل ایسے ہی لوگوں نے غلام قادیان کذّاب کے جھوٹے دعویٰ نبوت کو تقویت پہنچائی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان سب گستاخانِ رسول سے محفوظ رکھے اوراپنے محبوب، نبی اکرم ﷺ کی سچی محبت اور پیروی کا جذبہ عطا فرمائے۔ آمین، بجاہِ سیدالمرسلین ﷺ

مرتب: علامہ سید آل حسنین میاں قادری برکاتی*

صلی اللہ علیہ وسلم

آنکھوں کا تارانام محمد

﴿۴۱﴾ علماء فرماتے ہیں کہ درود شریف میں شفاء ہے کہ یہ ہماری پہلی ماں حضرت حوا کا مہر ہے۔

﴿۴۲﴾ تفسیر صاوی میں ہے کہ حضور ﷺ کا نام شریف زبانِ سریانی میں، جو توریت کی زبان ہے، مُنحَمَنّ ہے۔ جس کے معنی ہیں محمد ﷺ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے روایت کی کہ حضور انور ﷺ کا اسم مبارک اہل جنت کے نزدیک عبدالکریم ہے دوزخیوں کی زبان پر عبدالجبار، عرش والوں کی زبان پر عبدالمجید، باقی تمام فرشتوں کی زبان پر عبدالحمید اور سارے نبیوں کے ہاں عبدالوہاب ہے۔ شیاطین کے منہ پر عبدالقاہر، جنات کی زبان پر عبدالرحیم، پہاڑوں پر عبدالخالق، خشکیوں میں عبدالقادر، دریاؤں میں عبدالمہیمن، کیڑے مکوڑوں کی زبان پر عبدالغیاث، وحشی جانوروں کی زبان پر عبدالرزاق، توریت میں موذ موذ، انجیل میں طاب طاب، زبور میں فاروق، باقی آسمانی صحیفوں میں عاقب ہے۔ رب کے ہاں طٰہٰ اور محمد ہے۔ ﷺ

﴿۴۳﴾ حضور اکرم ﷺ کا اسم مبارک آسمان پر احمد، زمین پر محمد اور زمین کے نیچے محمود ہے۔ ﷺ

﴿۴۴﴾ حضور اقدس ﷺ کے جسم اطہر اور کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ بعض علماء عجم نے کہا ہے کہ محمد رسول اللہ میں حروف غیر منقوط ہیں کیونکہ نقطہ مکھی سے مشابہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسمِ پاک کے ساتھ ساتھ اسمِ پاک کو بھی اس تشابہ سے محفوظ رکھا ہے۔

﴿۴۵﴾ لفظ اللہ میں بھی چار حروف ہیں اور لفظ محمّد میں بھی۔ لفظ اللہ بھی غیر منقوط ہے اور لفظ محمّد بھی۔ جس طرح لا الہ الا اللہ میں کوئی نقطہ نہیں ہے اسی طرح محمّد رسول اللہ میں بھی کوئی نقطہ نہیں ہے۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

﴿۴۶﴾ رسول اللہ ﷺ کو کبھی جماہی نہیں آئی۔

﴿۴۷﴾ اصحاب فیل کا واقعہ سرور عالم ﷺ کی ولادت اقدس سے ۵۵ر دن پہلے پیش آیا تھا۔

﴿۴۸﴾ سرور عالم ﷺ جس وقت پیدا ہوئے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے، سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے، بدن بالکل پاکیزہ اور تیز بوکستوری کی طرح خوشبودار، ختنہ کیئے ہوئے ناف بریدہ، آنکھیں قدرت الٰہی سے سرگیں تھیں۔

﴿۴۹﴾ حضور سرور عالم ﷺ کی بعثت اقدس سے تین سو برس پہلے یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ہوا ملا:

اَتَرجُوا اُمَّۃٌ قَتَلَت حُسَیناً
شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَومَ الحِسَابِ

یعنی کیا حسین کے قاتل یہ امید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت اس

*(سجادہ نشین: آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، نوریہ، مارہرہ مطہرہ، انڈیا)

کے نانا ﷺ کی شفاعت پائیں گے۔ یہی شعر ارض روم کے ایک گرجا گھر کی لکھا پایا گیا مگر لکھنے والا نہ معلوم ہوا۔

﴿۵۰﴾ حدیث شریف میں ہے کہ ابولہب کے دوشنبہ کے روز عذاب ہلکا ہوتا ہے اور اسے انگلی چوسنے سے پانی ملتا ہے کیونکہ اس نے سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنانے والی اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

﴿۵۱﴾ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے ابو طالب کو آگ میں پایا تو انہیں وہاں سے نکال کر آگ کے حجیرے میں کر دیا جہاں آگ کی گرمی تو ہے مگر آگ نہیں۔ سزا میں یہ کمی حضور ﷺ کی خدمت کے بدلے میں ملی۔

﴿۵۲﴾ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک نوزائیدہ بچہ لایا گیا، حضور ﷺ نے فرمایا اے بچے میں کون ہوں۔ اس ایک دن کے بچے نے نہایت فصیح زبان میں کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے، اللہ تجھ کو برکت دے۔ بچے نے پھر کوئی بات نہیں کی۔ وہی اپنے وقت پر برس ڈیڑھ برس کے بعد بولنا شروع کیا۔ سب اس کو مبارک یمامہ کہتے تھے۔ یہ واقعہ حج الوداع میں ہوا۔

﴿۵۳﴾ حضور انور ﷺ نے حضرت طلحہ کی ہانڈی اور آٹے میں لعاب دہن ڈال دیا تھا تو چار سیر جو اور تین سیر گوشت سے دو ہزار آدمیوں نے کھانا کھایا اور کھانا بھی کم نہ ہوا۔

﴿۵۴﴾ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں حضور اقدس ﷺ کے ایک ہزار معجزے درج کیئے ہیں۔ بعض علماء محدثین نے لکھا ہے کہ تین ہزار معجزے حضور ﷺ سے صادر ہوئے۔

﴿۵۵﴾ ہندوستان کے شہر دیا کے راجہ نے اپنے محل سے معجزہ شق القمر دیکھ کر حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں اپنا ایلچی بھیجا اور مسلمان ہو گیا۔ سوانح الحرمین میں راجہ کا اسلامی نام عبداللہ لکھا ہے۔

﴿۵۶﴾ جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے ملک حجاز میں ایک آگ نکلے گی کہ اس کی روشنی سے شہر بصرہ کی پہاڑیاں روشن ہوں گی۔ سو ۶۵۴ھ میں مدینہ منورہ کے متصل ایک آگ بطور شہر کے زمین سے نکلی ایک مدت تک رہی پھر معدوم ہو گئی۔

﴿۵۷﴾ حضور اقدس ﷺ جس جانور پر سوار ہوتے، جب تک سوار رہتے جانور بول و براز نہ کرتا۔

﴿۵۸﴾ شق صدرِ مبارک چار بار واقع ہوا۔ اول جب حضورِ اقدس ﷺ حضرت حلیمہ کے گھر تھے، دوسری بار قرب زمانۂ جوانی میں جب آپ کا سن شریف دس برس کا ہوا، تیسری بار نزول وحی سے قبل اور چوتھی بار شبِ معراج میں۔

﴿۵۹﴾ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مشکیزہ کا منہ کاٹ کر رکھ لیا تھا جس سے منہ لگا کر ساقی کوثر ﷺ نے پانی پیا تھا۔ مدینہ کے بیماروں کو یہ چمڑہ کا ٹکڑا دھو کر پلاتی تھیں انہیں شفا ہوتی تھی۔

﴿۶۰﴾ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ میرے پاس حضور ﷺ کے موئے مبارک اور ناخنِ مبارک ہیں وہ میرے کفن میں میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دیئے جائیں تاکہ قبر کی مشکل آسان ہو۔ (جاری ہے)

(ماخوذ از: کیا آپ جانتے ہیں؟ مطبوعہ برکاتی پبلشرز کراچی، اکتوبر ۱۹۹۹ء، ص ۴ تا ۸)

کتبِ نو

﴿تعارف وتبصرہ: سید وجاہت رسول قادری﴾

نام کتاب : سہ ماہی انوار رضا کا "تاجدار بریلی نمبر ۲۰۰۳ء

مرتب : چیف ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری

ناشر : انٹرنیشنل غوثیہ فورم، انوار رضا لائبریری، جوہرآباد پوسٹ کوٹ ۴۱۲۰۰، پنجاب، پاکستان

صفحات : ۵۰۸ (اردو ۴۳۶ + انگریزی ۷۲)

ھدیہ : مبلغ دوسو (۲۰۰) روپے

سہ ماہی "انوارِ رضا" (جوہرآباد) کا "تاجدار بریلی" نمبر نگاہوں کے سامنے ہے۔ یہ معروف صحافی جناب ملک محبوب الرسول قادری کی کاوشوں کا مظہر ہے۔

صوروی اعتبار سے اس کی تزئین وآرائش، گیٹ اپ اور سیٹ اپ میں بڑی محنت کی گئی ہے، کمپوزنگ اور طباعت بھی صاف ستھری ہے، سرِ ورق اور عقبِ کتاب کو جس طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس اللہ سرہ العزیز کے مزار شریف اور مسجد رضا کے رنگین عکسِ جمیل سے اور کرۂ ارض پر گنبد مزارِ اعلیٰ حضرت کو جس طرح بطور تاج بناکر سجایا گیا ہے وہ محترم مرتب کے جمالیاتی ذوق اور ان کے انتہائی معتبر فنّی شعور کا آئینہ دار ہے۔

معنوی اعتبار سے یہ مجموعی طور پر منتخب محققانہ مقالات، مضامین اور مناقب کا ایک خوبصورت گلدستہ ہے۔ مرتب ممدوح کی مقالہ نگار حضرات کے انتخاب اور مقالات/ مضامین/ تاثرات کے جمع کرنے میں ذاتی طور پر دلچسپی کا مظہر ہے۔ اردو حصہ ۴۳۶ رصفحات پر مشتمل ہے۔ جبکہ انگریزی حصہ ۷۲ صفحات پر ہے۔ اتنی ضخیم کتاب کا ہدیہ صرف دوسو (=/200) روپے نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اداریئے میں اس کے دوسرے حصہ کو بھی اشاعت کا مژدہ سنایا گیا ہے

زیرنظر "تاجدار بریلی نمبر" میں مناقب وتاریخ گوئی کا بھی اچھا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی تدوین میں نظم نہیں برقرار رکھا گیا۔ زیادہ بہتر طریقہ یہ ہوتا کہ پہلے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی حمد اور نعت سے اس کی ابتداء ہوتی، پھر پیغامات کا سلسلہ ہوتا پھر تاثرات اور مضامین و مقالات کا باب ہوتا آخر میں منظوم مناقب، تاریخ گوئی (منظوم) مادہ ہائے تاریخ اور قطعاتِ تاریخِ طباعت وغیرہ بالترتیب لکھے جاتے۔ قطع نظر اس کے اتنی بڑی تعداد میں اور برصغیر پاک وہند کے نامور اسکالر اور محققین کے مقالہ جات جمع کرنا، اس کی تدوین وترتیب اور اشاعت، یقیناً فاضل مرتب کے پختہ عزم، حوصلہ اور "کارِ رضا" کے ساتھ ان کے اخلاص کا مظہر ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فاضل مرتب نے اس خصوصی شمارہ کی تدوین واشاعت میں تحقیق وتدقیق کے صرف پرانے ذخائر ہی سے استفادہ نہیں کیا بلکہ عام ڈگر سے ہٹ کر بہت سے نئے گوہرِ نایاب تلاش کرکے لائے ہیں، جس کے لئے وہ داد وتحسین کے مستحق ہیں۔ ان کی اس کاوش نے اس شمارہ کو علماء اور محققین کے لئے مزید مفید اور کارآمد بنادیا ہے۔

غرض کے مجموعی طور پر یہ مطالعۂ رضویات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے ایک نادر تحفہ ہے۔

☆☆☆

دور و نزدیک سے

علامہ مولانا حسن علی رضوی بریلوی، میلسی *

معارف رضا کا تازہ شمارہ اس وقت پیش نظر ہے اس میں صفحہ 32 پر لکھا ہے ۱۹۵۲ء کی ''متحدہ اتحاد تحریک تحفظِ ختمِ نبوت'' میں جن علماء نے حصہ لیا ان میں مولانا محمد سردار احمد صاحب، مولانا ابو البرکات سید احمد قادری، مولانا مفتی صاحبداد خان صاحب، مولانا سید فتح علی شاہ صاحب کھروٹہ سیدان رحمہم اللہ وغیرہ بھی شریک تھے۔

حضرت ان حضرات کے بارہ میں یہ صحیح نہیں ہے۔ وہ ''مشترکہ متحدہ اتحاد'' اور (اس کے تحت قائم شدہ) مجلسِ عمل تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کے سخت خلاف تھے۔ (البتہ انہوں نے صرف اہلسنت کے پلیٹ فارم سے تحفظِ ختمِ نبوت تحریک چلانے کی تائید کی، اور اپنے طور پر انہوں نے چلائی بھی) آپ محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سرادار احمد صاحب علیہ الرحمۃ کی سوانحِ حیات ''محدثِ اعظم پاکستان'' مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، جلد ۱، ص ۳۴۰ تا ۳۴۴، ملاحظہ فرمالیں، ضرور پڑھیں اور ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف کے محدثِ اعظم پاکستان نمبر بابت ماہ مارچ و اپریل ۱۹۶۳ء میں علامہ قاری محبوب رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا مضمون ضرور پڑھیں۔ سیدی محدثِ اعظم پاکستان بدمذہبوں سے اتحاد کو شرعاً ناجائز حرام و ممنوع سمجھتے تھے، اس سلسلہ میں حضرت محدثِ اعظم کا ایک مکتوب گرامی بھی فقیر کے پاس محفوظ ہے۔ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادر رضوی، شیخ الحدیث حزب الاحناف نے متحدہ مجلسِ عمل تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت میں شامل ہونے پر اپنے بڑے بھائی کے خلاف ماہنامہ رضوان لاہور ۵۲ء میں سخت رد کیا تھا اور علامہ ابو الحسنات علیہ الرحمۃ کے خلاف شرعی حکم پر مشتمل مضمون شائع فرمایا تھا اور دارالعلوم حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ دستار فضیلت پر حضرت قبلہ سیدی محدثِ اعظم پاکستان کو بلا کر مجلسِ عمل اور علامہ ابوالحسنات قادری علیہ الرحمۃ کے خلاف تقریر کروائی تھی میرے لیے ممکن ہوا تو اسی خط میں ورنہ کچھ روز میں تلاش کر کے فوٹو کاپیاں آپ کی خدمت میں بھجواؤں گا۔ اسی طرح مولانا فتح علی شاہ صاحب، مفتی صاحبداد خان قدس سرہما کے بارہ میں یہ بات صحیح نہیں، قطعی خلاف واقع ہے۔ بعد میں علامہ ابوالحسنات صاحب نے رجوع کر لیا تھا اور ''مجلس عمل'' سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہوئے اس کو پیشہ وروں کا ٹولہ قرار دیا تھا یہ بات جمعیت العلماء پاکستان کے ترجمان جمعیت لاہور کے شمارہ میں لکھی ہے۔ افسوس کہ بعض سنّی حضرات اپنے خیال میں مسلک کا نام چمکانے کیلئے اور تحریک ختم نبوت کا مجاہد بننے کیلئے اس ''متحدہ مجلسِ عمل'' میں اپنے کردار کو نمایاں کرتے ہیں اور دکھاتے ہیں حالانکہ اس میں اہلسنت کا بہت بڑا نقصان ہے۔ یہ متحدہ مجلسِ عمل بہت بے دین فرقوں کا ٹولہ تھی اکابر اہلسنت کی بہت بڑی اکثریت اس سے علیحدہ تھی۔ یہ صلح کلیّت کا اڈا تھی، دیوبندی وہابی اور غیر مقلدین و روافض وغیرہ تو خود ختم نبوت کے منکر اور شانِ رسالت میں گستاخ تھے (اور ہیں) سیدنا اعلیٰ حضرت کے رسائل ملاحظہ فرمائیں، کچھ اقوال و ارشادات فقیر نے ایک رسالہ میں جمع کیئے وہ بھجواؤں گا اور اگر آپ چاہیں تو ایک رسالہ ''دیوبندی قادیانی اعتقادی ہم آہنگی'' موجود ہے آپ اس کو چھپوالیں۔

*(محقق علوم اسلامی و مصنف کتب کثیرہ)

معارف رضویات
(آپ کے خطوط کے آئینے میں)

دور و نزدیک سے

ایک ضروری وضاحت

ماہر رضویات، مسعود ملت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب، سرپرست اعلیٰ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کی ذات بابرکات، تعلیمات امام ربانی قدس سرہ السامی کے ابلاغ، مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز پر تحقیق وتصنیف اور سیرتِ سید عالم ﷺ پر دلنشیں نگارشات کی بناء پر اہلسنت و جماعت میں معروف ومقبول ہے۔ کچھ دنوں سے بعض حضرات نے آپ کے نام گرامی کے ساتھ "مجدد دماۃِ حاضرہ" کا لاحقہ لگانا شروع کر دیا تھا، جس پر استفسارات آنا شروع ہو گئے تھے۔ ہم نے اس سلسلے میں خود قبلہ مسعود ملت سے رجوع کیا۔ انہوں نے کمالِ شفقت وانکساری کے ساتھ ایک جامعہ اور واضح تحریری بیان جاری فرمایا جو قارئینِ کرام کے افادے کے لئے ان کی اجازت سے شائع کیا جا رہا ہے۔ حضرت والا مسعود ملت کے اس واضح تحریری تردیدی بیان کے بعد اس موضوع پر اب کسی استفسار کے جواب یا/اور جواب در جواب کی اشاعت کا ادارہ پابند نہیں۔ (مدیر)

محترم ومکرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کرم نامہ نظر نواز ہوا، یاد آوری کا ممنون ہوں۔ آپ نے فقیر کے لیے جو کلمات محبت ارشاد فرمائے یہ آپ کی محبت واخلاص کا آئینہ ہیں، جزاکم اللہ۔ فقیر کسی لائق نہیں، گنہگار و سیہ کار ہے، یہ مولیٰ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ پردہ پوشی فرما کر اپنے انعام واکرام سے نواز رہا ہے۔ اور دینِ ومسلک کی توفیق خیر رفیق سے سرفراز فرما رہا ہے۔

شکر کدام فضل بجا آورد کسے
عاجز بماند ہر کہ دریں افتکار کرد

مجدد دماۃ حاضرہ کا لاحقہ گزاشتہ بس گیارہ سال سے بعض علماء ومشائخ اہلسنت و جماعت اور عقیدت مند فقیر کے نام کے ساتھ لگا رہے ہیں۔ جس کا مولانا جاوید اقبال مظہری نے سر عام اظہار فرمایا۔ فقیر نے ایک سال قبل ہی موصوف کو ایک خط لکھا تھا جس کا عکس منسلک کر رہا ہوں، آپ کا پیغام بھی ان کو پہنچا دیا تھا، وہ جواب پیش کریں گے۔

فقیر خود کو نہ "مجدد دماۃ حاضرہ" اور نہ اور کسی منصب کے لائق سمجھتا ہے۔ شاید ہی کوئی مسلمان فقیر جیسا گنہگار و سیہ کار ہو، یہی غنیمت ہے کہ وہ کریم اپنے کرم خاص سے معاف فرما دے اور بخش دے۔

خوف نہ رکھ رضا ذرا تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے تیرے لیے امان ہے

دعاؤں میں یاد رکھیں

فقط والسلام
احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ
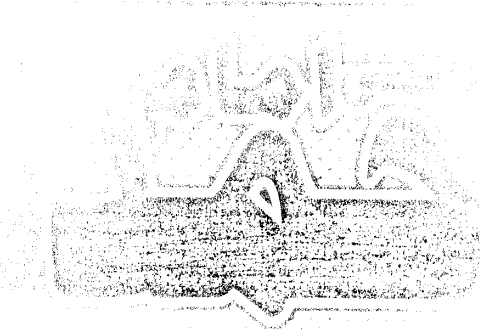
پیغام رضا امت مسلمہ کے نام

فروغ تعلیم اور امت مسلمہ کے کامیاب مستقبل کے لئے

امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام